

DELHI UNIVERSITY
LIBRARY

DELHI UNIVERSITY LIBRARY

Cl. No.

N1.8.2Q72

168 N46

Ac. No.

44661

Date of release for loan

This book should be returned on or before the date last stamped below. An overdue charge of one anna will be charged for each day the book is kept overtime.



حبیب الرحمن

ہندوستان کے مشرقی گھوارے تمدن اور بنگال کے

مرکز تہذیب و معاشرت

یعنی

دھاکہ اور اوسکے مباحثات کے قبور مسلمین کے حالات

آسودگان دھاکہ



جسمیں

تلاش و تحقیق کے گرانمایہ نتائج پہلی بار پیش کئے گئے ہیں

اور بنگال کی ضمنی تاریخ پر ایسی روشنی ڈالی گئی ہے

کہ ہر زاویہ مستور جگہ کا اوتھا ہے



اثر خامہ

وٹیس ! اطباء

مولانا حکیم حبیب الرحمن اخون زادہ

بالقابہ

۱۹۴۶ء

قیمت فی جلد تین روپیہ

بار اول

NA, 8.2472

168 N-16

44661



بحسن سعی مرزا منظر علی منظر

منظر پریس، مہارت تولی، تھاکہ میں چھپا

اور

اسدا دیہ لائبریری، چوک بازار، تھاکہ سے شائع ہوا



فہرست

صفحہ		(۱) پیش لفظ
مستقلاً ۱۳		
۱۴—۱	...	(۲) وارڈ نمبر ایک کے مزارات
۲۴—۱۵	...	(۳) وارڈ نمبر دو کے مزارات
۳۷—۲۴	...	(۴) وارڈ نمبر تین کے مزارات
۵۳—۳۸	...	(۵) وارڈ نمبر چار کے مزارات
۶۱—۵۴	...	(۶) وارڈ نمبر پانچ کے مزارات
۷۹—۶۱	...	(۷) وارڈ نمبر چھ کے مزارات
۱۱۳—۷۹	...	(۸) وارڈ نمبر سات کے مزارات
۱۳۸—۱۱۴	...	(۹) مضافات شہر کے مزارات
۱۵۳—۱۳۹	...	(۱۰) شیعہ حضرات کی قبریں
۱۵۸—۱۵۴	...	(۱۱) استدراک

معذرت و شکریہ

۱۰۴ ڈگری کے بخار میں پیش لفظ لکھا گیا - ابتدائی کئے صفحے تو صرف بحرانی ہڈیاں ہیں - املاء کی غلطیاں زبان کی خامیلیں اور کمپوزیٹر کی اصلاحیں سب درست ہوسکتیں تھیں اگر میری صحت درست رہتی اور آنکھیں صحیح طرح کام کرسکتیں - صحت نامہ ان بیشمار اصلاحوں کیلئے شامل کرنا بیکار ہے کہ میں نے کسیکو نہیں دیکھا کہ صحت نامہ سے مقابلہ کر کے کتاب پڑھتا ہو - کتاب کا بھلا ہوا چھپ جانا ہی میرے ذوق کی تسکین ہے اور بس - نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا - 'آسودگان ڈھاکہ' سلسلہ تاریخ ڈھاکہ کی پہلی کڑی ہے - دوسری کڑی 'مساجد ڈھاکہ' اور تیسری کڑی 'ڈھاکہ اب سے پچاس برس پہلے' اور چوتھی کڑی 'شعراے ڈھاکہ' ہے مگر مسک الختام 'تلاش غسالہ' ہے - زندہ رہا اور توفیق شامل الہی رہی تو (انشاء اللہ) یہ سارے خزانے چھپ جائینگے ورنہ میری وصیت کے مطابق تمام مسودے ڈھاکہ یونیورسٹی کو نذر کے لئے جائینگے یا میرے بعد کن ٹیکوں شد ' شدہ باشد •

جن احباب نے دور دھوپ میں میرے ساتھ شرکت کی اور جنکے مہربانیوں سے میں نے فائدہ اٹھایا خصوصاً سید باقر علی خان صاحب 'شاہ سید عبد النعیم صاحب اور ماسٹر دیس محمد خان صاحب کا دلی شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے - کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ -

ابتوجاتے ہیں بتکدہ سے میر + پھر ملینگے اگر خدا لایا والسلام •

نیاز کیش { ڈھاکہ
مؤلف (احسن اللہ الیہ) ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۳۶۱ھ



نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لڑکپن تھا کہ مجھے اردو لکھنا پڑھنا آ گیا ۔ اسی عہد سے خیال تھا کہ ڈھاکہ کی مساجد اور مقابر کا حال لکھوں ۔ جبکہ میری عمر دس بارہ برس کی تھی اُس وقت بھی میں نے کتنی مساجد کی تاریخ اپنے بیاض میں لکھ لی تھی ۔ سنہ ۱۹۰۴ع میں بعد فراغت تعلیم گھر آیا ۔ مطب کی مصروفیت کے ساتھ متہلہ زندگی شروع ہوئی پھر پارٹیشن ہوا تو سیاسی زندگی کی بسم اللہ بھی ہوئی اور دن رات میرے مرشد سیاسی سر سلیم اللہ مرحوم مغفور کے ساتھ کام کرتے گزرنے لگا ۔ لیگ سے پہلے مسلم کنفدرسی بنی تو اسمیں بھی شریک غالب رہا اور جب اسی خاکہ پر مسلم لیگ بنائی گئی تو مرحوم مغفور سکرٹری بنے اور میں جوائنٹ سکرٹری مقرر ہوا ۔ سنہ ۱۹۰۶ع میں ڈھاکے کا سب سے پہلا اردو رسالہ 'المشرق' نکالا جو ہفتہ وار اخبار بن کر مجھے داغ مفارقت دے گیا ۔ طالب العلمی میں کچھ رسائل لکھے تھے جن میں الفارق اور حیات سقراط چھپے ۔ الفارق دیکھکر مخدومی حافق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب مرحوم نے ۵۰ جلدیں خرید کر میرا حوصلہ بڑھایا۔ کئے رسائل عربی

اور اردو کے چھپنے سے رہ گئے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں یہاں ایجوکیشنل کنفرنس کی تقریب سے متکلم اسلام علامہ شبلی مغفور تشریف لائے تو میں نے ان کے خدمت میں یہ خیال پیش کیا کہ حاجی خلیفہ کی کشف الظنون کی طرح صوبہ وار کتابوں کی حالات مع مصنفین کے مختصر ترجمہ کوئی لکھدے تو ہندوستان کی یہ ایک بڑی علمی خدمت ہو۔ علامہ نے تحسین فرمانے کے ساتھ حکم دیا کہ بنگال کا حصہ تو پورا کر۔ ۴۰ چالیس برس سے کچھ نہ کچھ کرتا رہا ہوں مگر مسلسل کام نہیں ہوتا تاہم اب کام ختم ہو چکا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھی ابکی چھپ جائے کہ بنگال و آسام کی علمی تاریخ ہے اور میرے چھل سالہ جد و جہد کا نتیجہ۔

مساجد ڈھاکہ کے بارے میں ایک رسالہ تیار ہے جو اس رسالہ کے متصل بعد ہی اشاعت پائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس کے بعد اگر زندگی اور صحت رہی تو ثلاثہ رسالہ کی تالیف آسکتی ہے۔ ڈھاکہ ریڈیو نے یہ اقرار کر کے کہ وہ طبع کرا دیں گے ۱۶ مقالے۔ ”ڈھاکہ اب سے پچاس برس پہلے“ مجھ سے لکھو یا اور پھر ”کچھ پرانی باتیں“ کے عنوان سے ۲۰ مقالے پڑھوائے پھر اسی وعدہ پر اور اسی طرح ڈھاکہ کی تاریخی عمارات پر ۱۲ مقالہ پڑھوائے مگر ایفائے وعدہ کی امید نہیں اگر مجھے خود اجازت دیدہ تو طبع کراؤنگا۔ ان تینوں مقالے میں ڈھاکہ کے سابقہ حالات آنے آگئے ہیں کہ اون کا چھپنا ضروری ہے مگر جہاں برادران وطن مالک حل و عقد ہوں وہاں اس اسلامی شہر کی تاریخ پر کیا روشنی ڈالنے کی امید کی جاسکتی ہے؟

ایک داهنئی آنکھ میں پانی اتر رہا ہے قوی مضمحل ہو چکے ہیں کتب خانہ جو ساری زندگی کا اندوختہ ہے بے ترتیب پڑا ہے ۔ کام بہت اور زندگی ختم ہو رہی ہے ۔ ساتھ والے جا چکے ہیں جو وہیں چلنے پر طیار بیٹھے ہیں اگر اس عمر میں اپنے رسائل و کتب کی اشاعت ہی کرا سکا تو سمجھونگا کہ میں نے زندگی بیکار نہیں کھوئی ۔ وما توفیقی الا باللہ •

مقصد اس رسالہ کی تحریر سے زیادہ تر اپنے ذوق کی پرورش ہے اور اس کے بعد ایک فرض انسانی پورا کرنا ہے کہ جن لوگوں کے طفیل یہاں اللہ اور رسول کا نام پھیلا ان کا تذکار ضروری سمجھتا ہوں کہ تاریخ کے مطالعہ سے بہت سے ایسے ناموں کا ہم کو علم ہوتا ہے جو اس سرزمین میں آسودہ ہیں اور آج ان کا پتہ لگانہ محال ہے ۔ ان ۴۰ چالیس برسوں میں میری آنکھوں نے جو انقلاب دیکھا ہے اور خود میرے دیکھتے دیکھتے مائے ناموں کے نشان کیسے کیسے ۔ یہ دیکھ کر اس رسالہ کے چھپنے کی ضرورت آج اور بھی سنگین سے سنگین تر ہو جاتی ہے مثلاً احمد بن محمد معروف بہ شیخ الحداد المتوفی ۱۱ محرم سنہ ۳۴۱ یا اسماعیل بن سعید لیشاہوری المتوفی ۱۷ شعبان سنہ ۳۶۶ کے متعلق تذکرۃ الصلحاء میں بوٹوق بیان کیا گیا ہے کہ یہ حضرات اسی تہاکے میں مدفون ہیں ۔ ان حضرات کے بہت بعد بختیار خلجی نے ہنگال نسیم کیا ہے ۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اسلام ہر جگہ تلوار سے پہلے مبلغین کے ذریعہ پہنچتا رہا ہے ۔ مجھے

متعدد حضرات کا نام معلوم ہے جو خجی کے ورود سے بہت پہلے بنگال میں آئے ہیں - خیر یہ تو پرانی بات ہے - کل کا ذکر ہے کہ اسی شہر میں ایک نامور فقیر تھے شاہ عاقل نامی جب نواب اسلام خان چشتی یہاں آئے ہیں وہ موجود تھے مگر آج کون بتلاؤگا کہ وہ کس سلسلہ کے فقیر تھے اور کب وصال ہوا اور کہاں مدفون ہیں - اس طرح تذکرۃ الصالحین سے معلوم ہوا کہ شیخ محمد حمزہ بن شیخ عباس قادری نے ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۸ انتقال کیا اور یہاں آسودہ ہیں مگر کوئی اونکے مزار سے واقف نہیں حالانکہ یہ حال کی بات ہے میں اس کو ایک بدنصیبی اور قومی زوال سمجھتا ہوں کہ ہمارے اکابر یوں گمنام ہو جائیں حالانکہ یہی لوگ ہیں جنکی برکتوں سے ڈھاکہ آج بھی آباد ہے -

تیسرا مقصد یہ ہے کہ میرے بہت سے جاننے والوں کو میرے بارے میں یہ حسن ظن ہے کہ میں اسلامی تاریخ خاص کر بنگال کی تاریخ سے بہت واقف ہوں - اس رسالہ کا مطالعہ انکو یقین دلاؤگا کہ جو شخص اپنے مسقط الراس کے بارے میں ایسا قلیل المعلومات ہے وہ بنگال کے اسلامی تاریخ کیا جانیکا اس طرح انکا حسن ظن آپ سے آپ جاتا رہیگا -

مجھے یقین ہے کہ میں اس آخری مقصد میں ضرور کامیاب ہوا ہوں اور اپنی ذات پر سے ایک بڑے اتہام کی دنیہ کی کوشش بار آور ہوئی ہے -

بنگال بہر میں میرے علم میں تھا کہ ہی ایک ایسی آباد جگہ ہے جہاں بے شمار پکی فبریں ادھر ادھر نظر آتی ہیں ۔ اور شہر کے علاوہ ضلع بہر میں خالص نرائن گنج سب ڈویژن میں جہاں اب بنگالہ کی پرانی راجدھانی یا دار الحکومت سنار گاؤں واقع ہے ۔ مزارات کی کوئی کمی نہیں ہے ۔ لیکن میں نے اپنے اس رسالہ میں ایک خاص قطعہ زمین پر جو مزارات واقع ہوئے ہیں ۔ صرف انہیں کا تذکرہ کیا ہے ۔ اور پورے ضلع کیلئے اگرچہ مرے پاس سامان بہت کچھ موجود ہے مگر بہر بھی مزید تحقیقات اور کوشش کی ابھی ضرورت ہے ۔ اگر خدا نے توفیق رفیق فرمائی تو میں خود دوسرے حصہ میں پورے ضلع کا حال لکھوں گا ۔ ورنہ مردے از غیب ہوں آید و کارے بکند *

ہمارا شہر خدا او سے ہمیشہ آباد رکھے ۳ تین تھانوں کا حامل ہے یعنی — ۱ کوتوالی - ۲ لال باغ اور ۳ سترو پور یعنی میری موضوع کتاب کا حدود اربعہ یہ ہے کہ پیچہ-م جانب دریائے تاراک پورب طرف دریائے سیتالکھا دکھن سمت دریائے بوڑھی گنگا اور اتر سرحد بھی دریائے تونگی یعنی تاراک ہے جو جا کر سیتالکھا میں گرا ہے اس قطعہ میں شہر کے مذکورہ تین تھانوں کے علاوہ تیزگاؤں، فنس اللہ، نرائن گنج کے ۳ تھانے ہیں گویا ۶ چھ تھانوں کے اکثر مزارات کا ذکر میں نے کر دیا ہے اور چورہ گیا ہوگا وہ میری لاعلمی سے رہ گیا ہوگا ۔ ان مزارات پر زائریں بسہولت بذریعہ گاڑی

۲ مطبوعہ تذکرے جنکی ایک بڑی تعداد میرے کتب خانہ میں موجود ہے -

۳ لاتعداد پرانے دستاویزات کا مطالعہ جو زیادہ تر یوں میرے ملاحظہ میں آئے کہ اب بد قسمتی سے اونکا پڑھنے والا سارے شہر میں میرے سوا کوئی باقی نہیں -

۴ بہت سی انگریزی ہنگلہ اردو فارسی مطبوعہ تاریخیں اور یہ بی شمار ہیں - اسکے بعد وہ نوادرات ہیں جو میرے کتب خانہ کی زینت ہیں - مثلاً

۵ کبریت احمر فارسی قلمی مؤلفہ حضرت شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ -

۶ مجموعہ مراثی و اعمال حضرت شاہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ قلمی فارسی -

۷ اطلاع نامہ از حضرت شاہ روشن علی بنام حضرت شاہ حسن رضا فتوحہ رحمۃ اللہ -

۸ وفات نامہ نظم فارسی قلمی از صوفی حافظ مغفور -

۹ وفات نامہ مثنوی فارسی قلمی از صوفی فضل الحق مرحوم ہردو دریان وفات حضرت صوفی محمد دائم قدس سرہ العزیز -

۱۰ بیاض خاندانی از صوفی سید شاہ عبد النعیم صاحب رضوی

۱۱ بیاض خاندانی از صوفی سید احمد اللہ - ام - اسے سجادہ نشین حال -

۱۲ تاریخ تہاکہ قلمی از محقق شہیر آقا احمد علی احمد، جہانگیر نگری مغفور -

۱۳ بیاض خاندانی از عزیز محترم مولوی سید شاہ محمد اعظم صاحب سلمہ -

وارڈوں کا حال بیان کرنے سے پہلے نامناسب نہیں کہ یہ چند
سطریں آپ سن لیں - اس سے اس کتاب کے متعلق زیادہ
بصیرت ہوگی -

بنگال میں مسلمان خشکی اور تری دونوں جانب سے آئے
مگر ڈھاکے کی مسلم آبادی زیادہ تر خشکی کے راستے
آئی - بختیار خلجی کے بہت چلے مسلمان یہاں آنے
لگے تھے - ہندو انکو ترک کہتے تھے اور اونکی خصائل
و عادات طور طریقے اور بہادرانہ تیور سے اچھی طرح واقف
ہو چکے تھے - ان میں مبلغین کی جماعت زیادہ تھی اور
شاذ و نادر تجارت پیشہ اور مبلغین کے ساتھ مریدوں کی جماعت
بھی ہوتی تھی - بختیار خلجی کے بعد تو پھر مسلمانوں کی
جوق جوق آمد ہونے لگی - ہر فاتح کے ساتھ لاو لشکر
جو آیا یہیں رہ گیا کہ اس دوزخ پر از نعمت میں جو
آنا اکثر واپس نہیں جاتا اس طرح یہ غیر ملکی
ملکی بن گئے - اونکی بڑی تعداد مشرقی بنگال میں بسی
اور یہیں پیوند زمین ہوئی انکے نام لیوا آج اپنی خاص
شکل و صورت اور فد و فامت سے ملکی باشندوں میں
ممتاز نظر آتے ہیں اور عہد مغلیہ میں تو یہ قاعدہ اخیر عہد تک
جاری رہا کہ جو گورنر آگرہ سے آتا اپنے ساتھ بڑی جماعت
عملہ فعلہ لاو لشکر کا لاتا - ہر قسم کے پیشہ ور اور
ہنرمند ساتھ آتے اور جب وہ یہاں سے جاتا تو ایک بڑی
جماعت بنگال کے چاند سے مسحور ہو کر یہاں رہ جاتی - ڈھاکہ

کہ مدت تک حاکم نشین شہر رہا ہے وہ اپنی خاص تہذیب اور تمدن کا حامل ہے ۔ شہر کی بڑی آبادی جو سکے باش یا خوش باش کہلاتی ہے وہ آج تک اردو بولتی ہے ۔ انہیں میں اب تک دو چار نیک بختیں رہ گئی ہیں جو سلام کے جواب میں کہتی ہیں ”اللہ ہفت ہزاری کرے“ ۔ حالانکہ ہفت ہزاری کے معنی نہ وہ خود جانتی ہیں اور نہ اونکے مخاطب ۔ مگر اب انقلاب ہو رہا ہے اور بڑی تیزی سے ہمارے تمدن و معاشرت پر زوال آرہا ہے ۔ تاہم ہمارے گہروں میں قدیم سے قدیم اردو محاورے آج بھی سنائی دیتے ہیں مگر ان بوڑھوں کے دم تک •

شہزادہ عظیم الشان اور مرشد قلی خان کی چپقلش سے ڈھاکہ برباد ہونا شروع ہوا اور عظیم الشان نے ڈھاکہ سے چلکر پٹنہ کو عظیم آباد بنایا ۔ ادھر مرشد قلی خان نے مخصوص آباد کو مرشد آباد قرار دیا اور اس کے بعد تو آگرہ یا دہلی سے گورنروں کا آنا ہی بند ہو گیا اور ڈھاکہ میں صرف نائب ناظم رہنے لگا ۔ یہ وہ سرگزشت ہے جسے ہزار صفحے میں سنانا چاہئے لیکن اس رسالہ کیلئے اتنا بھی بہت ہو گیا ہے •

شہر کی آبادی کی حالت قدرۃً یہ ہے ۔ چوک سے جسقدر پیچہم جاتے جائے نالے کھال بیل جھیل نابود ہوتے جائینگے اور قدم قدم پر محسوس ہوگا کہ آپ نشیب سے فراز کی طرف جارہے ہیں ۔ چوک سے جسقدر پورب جائینگے نشیب پائینگے ۔ گڑھے خندق جھیل نالے قدم

قدم پر سدرۃ ہونگے اور ہر طرف جٹوں اور کھالوں کا ایک جال بچھا ہوا ملیگا جہاں پکے بارہ مہینے کشتی چلتی تھی اور اب صرف بوسات میں چلتی ہے اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ اب بہت سے نالے بند ہو گئے ہیں یا مسدود کر دیئے گئے ہیں ۔ پکے ان جگہوں میں خرابی آب و ہوا کیوجہ سے آبادی نہیں تھی اور ان میں جو تیلے تھے وہاں مسلمان اپنی نعش دفن کرتے تھے لیکن جب سنہ ۱۷۷۰ عیسوی میں بنگالے میں زبردست قحط پڑا اور آدمی آدمی کو کھانے لگا تو نصیر آباد (میمنسینگہ) کمرلہ سودارام (نواکھالی) جلال پور (فرید پور) کے غریب اور ناقہ زدہ لوگ شہر میں آنکر بس گئے ۔ شہر میں خالی زمین سوائے ان نشیبی مقامات کے باقی نہیں تھی اسلئے یہ سب لوگ انہیں مقامات میں بس گئے کہ وہ اپنے دیس میں بھی ایسی ہی زمینوں پر رہنے سہنے تھے ۔ یہ تمام آبادی شہروں سے نہیں دیہات سے آئی تھی اور سب کاشتکار پیشہ تھے مگر ان میں مذہبی میانچی خوندگار بھونیاں قسم کے درجہ اونچے لوگ بھی تھے جنکا آذوقہ انہیں لوگوں پر تھا اسلئے یہ لوگ بھی مجبوراً ساتھ آئے ان سب لوگوں نے بھیک مانگنا پسند نہیں کیا اور شہر کے امراء کا دھان جو خزانہ کے بدلے وصول ہوتا تھا کوٹکر پیٹ پالنے لگے کہ وہ اپنے گھروں میں بھی کام کرتے تھے اور آج بھی تمام دیہات میں بھی کرتے ہیں اسلئے یہ لوگ کوٹئی کھلائے کہ دھان ہے چانول نکالنے کو دھان کوٹنا کہتے ہیں ۔ یہ لوگ اپنی

زبان بنگلہ بولتے رہے لیکن امتداد زمانے سے انکے مرد اردو سے واقف ہو گئے ۔ بہت جلد ان لوگوں نے یہ پیشہ ختم کر دیا اور معماری اور تجارت کرنے لگے اب ان میں ماشاء اللہ خطاب یافتہ ، تعلیم یافتہ بڑے بڑے لوگ موجود ہیں ۔ یہ پوری نوآبادی جلوں اور نالوں کے کنارے آج بھی موجود ہے اور جب اطراف نواب گنج ویران ہوا تو کچھ لوگ وہاں جا کر بس گئے اور کچھ رحمت گنج اور پشنہ میں رہنے لگے مگر افغان اور ترکوں کی آبادی خوش باشوں میں گم ہو گئی ۔

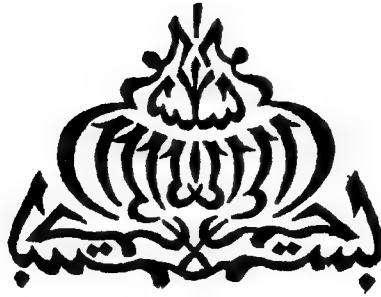
اب یہ کہنا باقی رہا ہے کہ پٹھانوں کا شہر کہاں تھا اور مغلوں کا ڈھاکہ کونسا ہے ؟ پٹھانوں کا ڈھاکہ درحقیقت مسندنی سے لیکر اتر جانب پاندو ندی تک ہے اور پچھم میں پھول بڑیہ سے گزرتا ہوا چاندنی گھاٹ تک ۔ اسکی اندرونی سرحدیں یوں سمجھئے کہ پورب دولائی ندی دیکھن دولائی ندی کی شاخ جو بنگسال تک آکر سری چک کے پل سے گزر کر چاند خان کے پل سے آگے بڑھکر بخشی بازار سے ہوتے ہوئے چاندنی گھاٹ کے پورب دریائے بوڑھی گنگا میں گرتی تھی اور یہی پچھم سرحد ہے ۔ مغلوں کا ڈھاکہ یعنی مغلوں نے جو نوآبادی بسائی تو یوں سمجھئے کہ چوک کے پچھم سے شروع ہو کر سلت گنبد تک کی زمین مغلوں کا ڈھاکہ ہے ۔ اگرچہ جلد ہی انہوں نے اوس زمین کو ہی جو بوڑھی گنگا سے نکلی تھی شہر میں شامل

کر کے عمارتیں بھی بنائیں۔ لوہے کے پل بننے سے پہلے دولائی ندی پر ایک پل تھا مگر مجھے تحقیق نہیں ہوا کہ یہ پل پٹھانوں نے بنا یا تھا یا مغلوں نے ۔ ظن غالب ہے کہ پٹھانوں نے بنا یا ہو گا کہ اس ندی کے پار بوڑھی گنگا پر (عالم گنج) میں اونکی ایک چوکی جسے بہارستان غیبی نے قلعہ بیگ مراد خان بتلایا ہے موجود تھی ۔ بہر حال ادھر یعنی پل پار کوئی بڑی آبادی ہو یا نہو یہاں مسلمانوں کے چند قبرستان تھے اور امرا اور روساء شہر کے باغات ۔ قدیم باغوں میں سے اب ایک جگہ حقہ بردار کا باغ کہلاتا ہے •

کتاب کے نسبت مقدمہ طویل ہو گیا مگر میں دیکھتا ہوں کہ کہنے کے قابل باتیں پھر بھی بہت رہ گئیں •

حکیم حبیب الرحمن روڈ }
جہانگیر نگر ڈھاکہ، بنگا لہ }
حبیب الرحمن اخون زادہ
کلن اللہ لہ





آسود گان دھاڪہ



وارث نمبر ایک کی مختصر کیفیت اور اوسکے مزارات

جیسا کہ بیان ہوا دھاڪہ فی الحال میونسپل سہولت
کے بنیاد پر سات وارڈوں پر منقسم ہے ۔ چکے وارث کا حدود اربعہ
یہ ہے —

دکھن جانب دریائے بوزہ کی گنگا بہتی ہے ۔ اتر جانب
دولائی ندی کی شاخ ۔ پورب سمت رگھو بابو کے باغ والا پل
اور پچھم جانب وارث نمبر ۲ کی سرحد جسکا بیان الگ
ہوگا ۔ اس وارث میں آج کل مسلمان کم ہیں اور میرے علم
میں یہاں کوئی قدیم مسلمان خاندان آج آباد نہیں ہے لیکن
مساجد کی کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ادھر بھی مسلمانوں

کی کثرت تھی - اس وارڈ کا کچھ حصہ بہت ہی قدیم ہے مثلاً عالم گنج یا کانگری ٹولہ کہ یہ عہد مغلیہ سے پہلے کی آبادی ہے مگر دونوں نام عہد مغلیہ کے ہیں - چنانچہ اب جسے عالم گنج کہتے ہیں یہیں دریائے بورتھی گنگا پر بیگ مراد خان کا قلعہ تھا جو ڈھاکہ میں دریائی راستہ سے آنے والوں کی دید بانی کرتا تھا - یہ قلعہ نواب اسلام خان چشتی کے ڈھاکہ آنے کے بہت پہلے سے موجود تھا - اب اسکی نشانیاں دور تک کچھ اوپر اور زیادہ تر تہ آب پھیلی ہوئی ہیں - اور مجھے ناز ہے کہ سب سے پہلے میں نے ہی اس قلعہ کا پتہ لگا یا ہے - یہ عہد افغانہ کی یادگار ہے اور سوائے قلعہ قدیم کوئی بھی اس سے پرانی عمارت آج ڈھاکہ میں نہیں ہے •

اس وارڈ کے بعض محلے اب تک آردو بولتے ہیں - مثلاً عالم گنج، کانگری ٹولہ، رکن پور اور کچھ محلے مقامی بنگلہ •

اسی وارڈ میں سکھوں کی مشہور سنگت ہے جہاں گرو تیغ بہادر کی تلوار اور ایک تحریر محفوظ ہے - یہیں فرانسیسیوں کی تجارتی کوٹھی تھی اب اسکی جگہ فرانس گنج موجود ہے - اس وارڈ کی بڑی آبادی ہندو مہاجنوں کی ہے - بلحاظ مول اور تجارت کے یہ وارڈ تمام ڈھاکہ پر فوقیت رکھتا ہے •

اب اس وارث کے مزارات کا حال سنئے

مزار گونگا شاہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار بوڑھی گنگا کے کنارے محلہ عالم گنج میں واقع ہے ۔ اس مزار کے ساتھ ایک گنبد کی ایک مسجد بھی ہے ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد مزار سے چلے کی ہے ۔ تقریباً سو برس ہوئے یہاں ایک فقیر مقیم تھے جو کسی سے بات چیت نہیں کرتے اور ہر وقت خاموش رہتے تھے ۔ اسلئے لوگ انہیں گونگا شاہ کہتے تھے ۔ وہ کسیکا ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے ۔ مگر اس عہد کے مخیر رئیس مرزا غلام پیر مرحوم انکے بہت معتقد تھے ۔ مرزا صاحب کے یہاں سے روزانہ ایک نوکر خوان لیکر آتا تھا ۔ اگر جی میں آیا تو کھا لیا ورنہ لانے والے کا پیٹ بھرا ۔ آپ کے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں کے باشندے تھے ۔ انکی کرامتوں کی بڑی شہرت تھی ۔ ایک خادم آج بھی مزار پر موجود ہے اور لوگ زیارت کرنے آتے رہتے ہیں •

مزار مستان شاہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار لوہے کے پل کے پار بڑی سڑک پر ہے ۔ چالیس پچاس برس ہوئے سڑک کنارے ایک کمل پوش خاموش بیٹھے رہتے تھے ۔ لوگ انکے بھی معتقد تھے ۔ یہ اس مزار کے خادم تھے ۔ چلے ایک گھر میں کچی قبر تھی اب عقیدت مندوں نے تین شید ڈلوا دیا ہے ۔ اس سے زیادہ حال معلوم نہیں •

مزار نواب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اسی شہر کے باشندے تھے - ہر وقت عالم جذب میں رہتے تھے - محلہ فرید آباد میں قیام تھا جہاں آج انکا مزار بھی ہے - صاحب اولاد تھے - عجیب بات تھی جو کوئی کسی مقصد کیلئے آتا اُس سے بڑی بڑی رقمیں طلب کرتے (پانچ ہزار سے کم طلب ہی نہیں کرتے تھے) لیکن ایک پیسہ بھی نہیں لیتے تھے - نواب سراحسن اللہ مرحوم انکے بڑے معتقد تھے - چنانچہ انکے رہنے کیلئے انہوں نے ایک پختہ مکان بنوا دیا تھا - اسی مکان کے صحن میں ۹۶ کی عمر طے کر کے دفن ہوئے - دولائی گنج اسٹیشن جانے کے راستے پر یہ مکان والا مزار ہے - تقریباً ۳۲ برس ہوئے رحلت کی - ایک بوڑھے صاحب زادے موجود ہیں وہ بھی مجذوب ہیں اور انکے بھی بہت لوگ معتقد ہیں -

مزار کالاچاند شاہ مرحوم و مغفور

یہ مزار گونگا شاہ کے مزار کے ذرا اتر اسی احاطہ میں ہے - انکا انتقال ابھی پندرہ سولہ برس ہوئے ہوا ہے - یہ چانگام کے رہنے والے تھے اور یہیں بس گئے تھے - انتقال سے کچھ ہی پہلے انکی شہرت ہوئی - میں ان سے ملا ہوں کہ اکثر میسرے زیر علاج رہتے تھے مگر پتہ نہیں لگا کہ کس سلسلہ کے فقیر تھے - انکی باتیں کم سمجھ میں آتی تھیں مگر وہ مجذوب نہیں تھے •

مزارات دھوب کھلہ

ڈھاکہ میں وہ جگہ جہاں دھوبی کپڑے دھوتے ہیں دھوب کھلہ کہلاتی ہے - مگر بنگالی لہجہ میں دھوب کہولا کہتے

ہیں - یہ دھوپ کھلے مکملہ گنڈریہ میں ہے - یہاں مسلمانوں کا پرانا قبرستان تھا جو اب ہندوؤں سے آباد ہو رہا ہے - یہاں ایک ہی سلسلہ میں تین پکی قبریں ہیں جو پہلے کھلے میدان میں تھیں - اب اس مکملہ کے ہندو حضرات نے چار دیواری سے محوط کر دیا ہے - ایک قبر پر گچ کاری کے بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں - اسکے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ مزارات عہد مغلیہ کے ہیں •

طبیہ حبیبیہ کالج کے ایک قدیم مستند مولوی حکیم محمد یونس جو ان مزارات کے پچھم سو گز دور ایک مسلمان کے گھر مقیم تھے اونہوں نے مجھ سے مکرر بیان کیا کہ مذکورہ قبروں سے شب کو روشنی کا ایک گولہ نکلتا ہے جو پورب سمت چلا جاتا ہے اور گھنٹہ دیر گھنٹہ بعد پھر آنکر غائب ہو جاتا ہے - مکملہ بھر اکثر یہ تماشہ دیکھتا ہے - میں گیا تو ہندو باشندوں نے بھی اسکی تصدیق کی اور اونہوں نے خود چوگرد احاطہ کے تجویز پیش کی اور مکملہ کی منظوری سے محوطہ بنا دیا •

مزار سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دولائی گنج اسٹیشن جانے کی سڑک پر داھنے جانب ایک بلند چبوترہ پر ایک قبر ہے اور چبوترے کے نیچے بھی چند قبریں ہیں - یہ بہت پرانی قبریں ہیں - لوگ سید صاحب کا مزار بتلاتے ہیں - نام نہ کوئی جانتا ہے اور نہ حال - یہ مکملہ پچے فرید آباد کہلاتا تھا - مسلمان یہاں بہت سے اب پوری اسٹریٹ کے اندر کئے گھر ہی مسلمانوں کا باقی ہے •

مزار شالا فرید رحمة الله علیه

یہ مزار ستراپور تھانہ کے احاطہ میں عمارت تھانہ کے پچہم جانب ہے ۔ پہلے کہلے آسمان کے نیچے یہ پختہ قبر تھی اب پولیس والوں نے تین شید قلاوا دیا ہے اور وہی اسکی نگرانی اور روشنی کا انتظام کرتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شالا فرید کا مزار ہے جنکے نام سے فرید آباد آباد ہے ۔ لیکن فرید آباد نو کھال کے مشرقی کنارے پر ہے ۔ البتہ اسلام خان چشتی کے ساتھ آنے والوں میں انکے ایک رشتہ دار فرید چشتی کا پتہ لگتا ہے مگر انکا یہاں مرنا معلوم نہیں ۔ اس مزار کے پہلو میں ایک کتبہ موجود ہے مگر یہ کتبہ کسی مسجد کا ہے اور خدا جانے کسنے یہاں لگا دیا ۔ کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ چاند ابن کبیر ابن رحیم داد نے سنہ ۱۱۱۳ ہجری میں کوئی مسجد بنائی تھی یہ اوسی مسجد کا کتبہ ہے ۔

مزار نواب پورہ

ہم لوگ سرکاری گرجا سے ریلوے کروسنگ تک جو راستہ جاتا ہے اسے نواب پور یا نواب پورہ کہتے ہیں ۔ اسی راستہ میں وکیل انسٹیٹیوشن کے پہلو سے ایک پتلی گلی صرف مزار تک جانے کیلئے موجود ہے ۔ لوگ زیارت کیلئے آتے جاتے رہتے ہیں ۔ مگر حال کسیکو بھی معلوم نہیں ۔ بیراگی ٹولہ اور کلتہ بازار اور ساہواو جھیل نگر کے مزارات سے کہ سب ایک ہی قطعہ میں ہیں اور ایک دوسرے سے زیادہ فاصلہ پر بھی نہیں گماں ہوتا ہے کہ یہاں عہد افغانہ میں

مسلمانوں کا کوئی قبرستان ہوگا کیونکہ یہ جگہ آباد ہوئے تقریباً پونے دو سو برس ہوئے ہیں اور یہ قبریں اوسے عہد کی ناموروں کی ہیں - واللہ اعلم •

مزار پیراگی تولا

یہاں پر ڈھاگہ کے مشہور رئیس شیخ عنایت اللہ کے مکانات تھے اب یہ خالص ہندو مکملہ ہے مگر پہلے یہاں زیادہ تر مسلمان رہتے تھے اور ان کے ساتھ کچھ پیراگی ہندو بھی - صاحب مزار کا حال معلوم نہیں مگر ہندو مسلمان دونوں احترام کرتے ہیں •

مزار کلنا بازار

کلنا بازار کی گلی میں ذرا اندر کے جانب گنجال آبادی کے درمیان گلی کے اتر جانب یہ پختہ مزار ہے - مقامی لوگ سید کی قبر بتلاتے ہیں مگر یہاں یہ عام وطیرہ ہے کہ ہر نامعلوم الاسم مزار کے متعلق سید کی فبرہی کہا جاتا ہے - غریب مسلمانوں کی آبادی ہے اسلئے صفائی کی ہلدیہ کو توجہ نہیں لیکن پھر بھی مکملہ والے اس قطعہ کو بہت صاف ستھرا رکھتے ہیں (اس گلی کو اب نصیر الدین سردار لین کہتے ہیں) میرے خیال میں یہ مزار بہت قدیم ہے کہ ان اطراف میں بہت سے مزارات نظر آتے ہیں - کبھی یہ جگہ ویران ہونے کیوجہ قبرستان کے کام آتی ہوگی مگر ادھر کی مسلمان آبادی جو ہنگلہ بولتی ہے یہ پرانی آبادی نہیں ہے بلکہ ہنگال کے مشہور قحط میں اطراف میمنسنگہ کمرلہ فرید پور اور سلہٹ تک کے مسلمان پناہ لینے کیلئے یہاں آئے اور پھر یہیں بس گئے •

کل گھر کی دو قبریں

غدر سے پہلے یہاں شوگرمل تھا پھر اسکے بارک میں ملٹری پولیس رہنے لگی - مشرقی بنگال کا صوبہ بنا تو صوبہ کی پولیس کا ٹریننگ اسکول یہیں کھولا گیا - اب پھر کچھ حصہ آرام پولیس کا یہاں رہنے لگا ہے مگر عہد مغلیہ سے بہت پہلے اس قطعہ میں بیگ مراد خان کا قلعہ تھا جسکی نشانیاں آج بھی درہاکے کنارے نظر آتی ہیں - آج کوئی نہیں جانتا کہ یہ کسی قبریں ہیں مگر ہمیشہ سے لوگ احترام کرتے آئے ہیں - میجر چمنی سپرنٹنڈنٹ نے دونوں قبروں کی مرمت کرا دی تھی اور شب جمعہ کو زائرین کو جانے کی عام اجازت بھی انکے وقت سے ہے - مجھے یقین ہے کہ یہ دونوں قبریں عہد افغانہ کی ہیں - یہ یاد رکھئے کہ پٹھانوں کا یہ قومی دستور ہے کہ وہ جہاں جاتے ہیں اپنے ساتھ اپنے پیر کو ضرور لے جاتے ہیں - اسلئے میں خیال کرتا ہوں کہ یہ عہد افغانہ کی کسی پیر صاحب کا مزار ہے جنکے معتقدین اس قلعہ میں رہتے تھے •

مزارات میدان میان صاحب

میان صاحب کا میدان مشہور جگہ ہے - کبھی یہ خالص مسلمانوں کا محفل تھا - لیکن اب اونکی ایک مختصر آبادی رہ گئی ہے - یہ درگاہ درحقیقت شاہ عبد الرحیم شہید کی وجہ سے مشہور ہے اور موجودہ آباد خانقاہوں میں یہ قدیم ترین خانقاہ ہے - شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر کے رہنے والے تھے اور بارہویں صدی کے شروع میں بنگالیہ

آئے - پہلے کچھ دنوں مرشد آباد رہے پھر ڈھاکے آئے اور یہیں رہے - وہ مجرد تھے صرف ایک بھتیجا شرف الدین نامی ساتھ تھے طریقہ مجددی تھے - شجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صوفی ہدایت اللہ عرف صوفی حسن کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت صوفی عبد اللہ سے مجاز تھے اور صوفی عبد اللہ حضرت معصوم کے خلیفہ تھے ”قدس اللہ سرہم“ - آپ سے ان اطراف میں طریقہ مجددیہ کی بڑی اشاعت ہوئی - چنانچہ چاٹگام کے مشہور بزرگ صوفی شاہ امانت اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ ہی کے خلیفہ تھے - جناب شاہ عبد الرحیم ایک دیوانے کے ہاتھ سے بعد چوراسی سال مابین عصر و مغرب زخمی ہوئے یہ شعبان سنہ ۱۱۵۸ ہجری کی ۷ تاریخ تھی دیوانہ نے تلوار سے سات زخم لگایا تھا - آپ اس کے بعد بھی ایک مہینہ تین دن زندہ رہے اور نوین رمضان المبارک شب پنجشنبہ کو واصل بحق اور دسویں رمضان کو دفن ہوئے، اُس عہد کے کسی شاعر نے تاریخ لکھی ہے -

مزار شاہ دین عبد الرحیم است • پر از فیض خداوند کریم است
زہے روشن دل صاحب سکینہ • اثر میداشت از سینہ بہ سینہ
ز او صافش کرامت منجلی بود • چرا پنہان کنم بیشک ولی بود
سن تدفین از روئے و نالے • دھم رمضان بود آمد ندائے

۱۱۵۸

۶

آپ کی شہادت کے بعد شاہ نجم الدین خلف شاہ شرف الدین مذکور سجادہ نشین ہوئے - انہوں نے بہت زمانے تک لوگوں کو فیض پہونچایا اور سنہ ۱۲۳۰ ہجری میں انتقال فرمایا - یہ بھی

اسی احاطہ ہی میں دفن ہوئے انکے بعد انکے صاحبزادے شاہ بدیع الدین جانشین ہوئے - انہوں نے بھی بہت زمانے تک رشد و ہدایت فرما کر سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں رحلت فرمائی - انکے بعد شاہ نصیر الدین ابن شاہ بدیع الدین جانشین ہوئے - انہوں نے سنہ ۱۲۷۵ ہجری میں رحلت فرمائی - انکی جگہ انکے چھوٹے بھائی شاہ قمر الدین گدی نشین ہوئے - انہوں نے سنہ ۱۳۰۵ھ میں رحلت فرمائی - یہ صاحب اولاد ذکور نہ تھے - اسلئے انکے نواسے حضرت شاہ سید ابو یوسف محمد عبد اللہ رضوی سید آباد سے لائے گئے اور جانشین بنائے گئے - آپ بزرگانِ قدیم کی آخری نمونہ تھے - ہمیشہ اور ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے - امراء سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے تھے - سچے فقیر و پرہیزگار تھے - آپ کا وصال سنہ ۱۳۵۸ھ میں ہوا - یہ سب کے سب احاطہ خطیرہ میں آسودہ ہیں •

حضرت سید عبد اللہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے آبا و اجداد ضلع قہاکہ تھانہ کلیاکور کے موضع سید آباد کے رہنے والے ہیں - یہ خاندان مدتوں سے وہاں آباد ہے اور ایک جلیل القدر خاندان ہے نا مناسب نہوگا کہ اس خاندان کا مختصراً ذکر کر دیا جائے - سب سے پہلے بنگالہ میں سید علی رضوی نامی ایک بزرگ حلب سے آئے - شجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید جلال الدین نامی ایک بزرگ کو شاہ شرف الدین سے اور انکو محمد خالیدین سے اور انکو حضرت عزیز الدین سے اور انکو حضرت خلیل الرحمن سے اور انکو جناب معین الاسلام سے اور انکو حضرت امین الاسلام سے اور انکو حضرت جسام الدین مانگ پوری خلیفہ اجل حضرت نور قطب العام

ہندوئی سے اجازت تھی اور حضرت سید جلال طریقہ قادریہ کے بھی مجاز تھے - مگر مجھے اس سلسلہ میں امین الاسلام کا نام مشتبہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے سلسلوں سے اسکی تصدیق نہیں ہوتی - یاد رکھئے کہ مورث اعلیٰ سید علی رضوی کے پوتے سید جلال رضوی مذکور تھے - یہ کیلا کوپہ نامی گاؤں میں بس گئے تھے جہاں شائستہ خان کے جلاوطن کردہ ولندیز بھی رہتے تھے - یہیں آپ نے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۹۹ ہجری میں رحلت فرمائی مزار بھی یہیں تھا مگر اب وہ دریا برد ہو گیا ہے - آپکی تین اولادیں تھیں : سید سلطان، سید حسن، سید حسین - آپ حضرات اور کیلا کوپہ کے عیسائیوں کے درمیان لڑائی ہوئی - حاکم وقت نے آپ حضرات کو جلاوطن کرنا مناسب سمجھا اور سفر تلی اور بلیادی پر گنہ طالب آباد کے رئیسوں نے اپنے یہاں لاجراج زمین عطا کر کے بسا لیا - چنانچہ تب سے یہ خاندان اوسی پر گنہ کے سید آباد عرف بریا بونامی گاؤں میں بود و باش رکھتا ہے اور اپنے آبائی طریقہ پر قائم ہے - اس خاندان کے شجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید جلال المتوفی ۱۰۹۹ھ کے بیٹے سید سلطان اور انکے بیٹے سید عطاء اللہ اور انکے بیٹے سید احمد علی اور انکے بیٹے سید عبد المعالی المتوفی ۱۲۴۰ھ اور انکے بیٹے سید علی عبد اللہ المتوفی ۱۲۷۲ ہجری اور انکے بیٹے سید عبد المنعم المتوفی ۱۱۳۸ ہجری تھے اور انہیں کے فرزند تھے شاہ سید ابویوسف عبد اللہ رضوی - طاب اللہ ثراہم *

اس خاندان میں سید شاہ علی عبد اللہ زبردست عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ گزرے ہیں - اونکی تصانیف کا ذکر ثلاثہ غسالہ میں شائع ہوگا (انشاء اللہ) •

جیسا کہ میں نے عرض کیا یہ خانقاہ دھاکہ کے موجود خانقاہوں میں قدیم تر ہے - مگر بنگال میں میرے علم میں سب سے پہلے جو فقرا آئے ہیں وہ مابعد کی نسبت استعمال نہیں کرتے تھے - مثلاً حضرت جلال تیریزی جو یہاں اقدم ہیں نہ چشتی کہلاتے تھے اور نہ سہروردی - مگر جن حضرات کے آمد سے باقاعدہ خانقاہیں بنیں اور میں اقدم چشتیہ نظامیہ ہیں اور یہی سلسلہ یہاں زیادہ تر مقبول رہا کیونکہ بڑے بڑے مشائخ اس سلسلہ کے یہاں تھے - مثلاً حضرت اخی سراج قدسہ یا حضرت نور قطب العالم اور حضرت جلال دکنی رحمۃ اللہ علیہما - مگر بنگال کے قریباً ہر ضلع میں مدار گنج، مدار کا دائرہ، مداری پور، نام کی بستیاں ملتی ہیں - اسی دھاکہ میں مدار جہنڈا کی گلی اب بھی موجود ہے - ڈاکٹر رائز نے مدار یہ فقرا کا ایس بتلایا ہے کہ وہ سیاہ پگڑی اور سفید خرقة پہنا کرتے تھے اور گلے میں چوبی تسبیح اور ماتہ میں کھونگرو گلے لگا ہوا ایک گرز رہتا جو اندر سے کھوکھلا ہوتا اور اوسکے اندر کورتی رہتی کہ حرکت سے آواز نکلتے - اب شاید سارے بنگال میں مداریوں کا کوئی خانقاہ آباد نہیں ہے نہ اب مداریئے نظر ہی آتے ہیں •

خطیرہ کے اندر جو مزارات ہیں اسکی ترتیب آئیندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائے نامعلوم قبریں ہیں حضرت شہید قدسہ کے پہلے کی ہیں یا بعد کی یہ معلوم نہیں •

اتر

٤	٣	٢	١
حضرت شاه صوفى بهاء الدين قدس سره تاريخ وفات نامعلوم	حضرت شاه صوفى بديع الدين قدس سره متوفى ١٢٩٩ هجرى	حضرت مولا شاه صوفى عبد الرحيم شهيد قدس سره وصال نهم رمضان ١١٥٨ هـ	حضرت شاه صوفى نجم الدين قدس سره متوفى ١٢٣٠ هجرى
١٢	١١	٩	٨
حضرت شاه صوفى نصير الدين قدس سره متوفى ١٢٧٥ هجرى	حضرت شاه صوفى قبر الدين ١٢ ١٣٠٥	حضرت سيد شاه صوفى عبد المنعم صوفى متوفى ٢١ ذيقعد ١٢٢٨ هجرى	حضرت شاه صوفى ابو يوسف سيد عبد الله قدس سره متوفى ١٣٥٨ هجرى
١٠	٩	٧	٦
نامعلوم الاسم	حضرت سيد شاه صوفى عبد المنعم صوفى متوفى ٢١ ذيقعد ١٢٢٨ هجرى	نامعلوم الاسم	نامعلوم الاسم
٥	٤	٣	٢
نامعلوم الاسم	نامعلوم الاسم	نامعلوم الاسم	نامعلوم الاسم

دکھن

شاة امک اور شاة دھمک

محلہ ساھوجیا لنگر کی مسجد کی اتر جانب کئی پکی قبریں
ہیں اور معمولاً زیادہ اونچی ہیں - یہ قبریں قدیم ہیں، ان میں
ایک امک شاة کی کہلاتی ہے اور دوسری دھمک شاة کی -
مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں نام مصنوعی ہیں - مقامی
زبان میں امک دھمک، ایرے غیرے، فلاں فلاں کی جگہ استعمال
کرتے ہیں چونکہ کسی کو صاحب قبر کا نام معلوم نہیں اسلئے امک
دھمک کہنے لگے مگر یہ محلہ بہت قدیم محلہ ہے - اکبر کے
وقت میں بھی ایک پرگنہ اسی نام سے تھا اور آج بھی موجود ہے -

مزار مگ ٹولی

مینڈسپل آفس کے پشت پر جو محلہ ہے یہ پہلے مگ ٹولی
کہلاتا تھا، ایسا معاملہ ہوتا ہے کہ مگ بازار کی طرح کچھ مگ
یہاں بھی بسائے گئے تھے - اب یہ محلہ رکن پور میں مدغم ہو
گیا ہے کہ محلہ کے موجودہ باشندوں تک کو کوئی عام نہیں
کہ یہاں جو ایک پکی قبر تھی وہ کسی تھی •

وارڈ نمبر ۲ کا مختصر حال

اس وارڈ کے دکھن جانب بوڑھی گنگا پچھم جانب بابو بازار کا کھال اور اتر جانب وہ سڑک جسے نواب یوسف روڈ کہتے ہیں اور پورب جانب فارتھ بروک ہال روڈ ہے اس وارڈ میں قدیم مکمل سکھریوں کا ہے کہ یہ لوگ بھی ”داس“ لوگوں کی طرح اس شہر کے پرانے باشندے ہیں - تانٹی بازار بھی قدیم مکمل ہے - تانٹی (تانت والے) ہندو جولاہوں کو کہتے ہیں - یہی لوگ دھا کہ کی ممل اور جامدانی بنانے والے تھے - جو اب زیادہ تر سناری اور مرع کاری کا پیشہ کرتے ہیں۔ اس وارڈ میں مسلمانوں کی تعداد اگرچہ زیادہ نہیں، لیکن بہت سے نامور خاندان یہاں ہیں - چنانچہ نواب صاحبوں کا خاندان، قاضی صاحبوں کا خاندان، چودھری صاحبوں کا خاندان، اکمل خان مرحوم کے ورثے اور بہت سے شرفا یہیں تشریف رکھتے تھے اور اب بھی ہیں - تاریخی عظمت اسی حصہ میں بس اسقدر ہے کہ یہاں اسلام خان چشتی کی ایک مسجد بتلائی جاتی ہے اور انکے نام پر ایک ہر رونق بازار اسلام پور آباد ہے - اس وارڈ میں ایسے مسلمان خاندان برائے نام ہیں جنکی مادری زبان بنگلہ ہو - عورتیں تو سوائے ۳ - ۴ خاندان کے کوئی بھی بنگلہ کا استعمال نہیں کر سکتی ہیں -

عہد افغانہ میں یہ جگہ پورے طرح اس قابل نہیں تھی کہ یہاں کوئی بڑی عمارت بنتی الا اب جہاں انگلس روڈ ہے اسے مکملی

پٹھانوں نے ایک ۴ منزلہ برج بنایا تھا جو 'چوکھندی' کہلاتا تھا ۔
یہ دیدبانی کے کام آتا تھا ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ برج کمال
کے اترجانب ہوگا ۔ واللہ اعلم بالصدق و الصواب •

بحرِ شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ

بحرِ شاہ یا بہارِ شاہ موضع کسلی ضلع امرت سر پنجاب
کے باشندے تھے ۔ ہر دم عالمِ جذب میں رہتے تھے ۔ جہاں اب
انکی قبر بنی ہے ۔ پہلے یہاں گڑی والوں کا اڈا تھا ۔ اسی میں
وہ پڑے رہتے تھے ، ہر وقت معتقدین کا ہجوم رہتا تھا ۔
پچاس سردی گرمی سے زیادہ انہوں نے اسطرح یہیں پر گزار دی
اور آخر اسی جگہ مدفون ہوئے ۔ بہت لوگوں کو اُن سے فیض
پہونچا ۔ ۳ ذی قعدہ سنہ ۱۳۴۲ ہجری تاریخ رحلت ہے •

قبرِ احاطۃ احسن منزل

احاطۃ احسن منزل کے اندر پولیس کلب کے دکھن
مرزا فقیر محمد صاحب کے باغ کے اتر ایک پکی قبر نظر آتی
ہے ۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ دہاکہ کے ایک قدیم باشندے قاضی
زین الدین کی قبر ہے ۔ انکا مکان بھی یہیں تھا •

قبرِ درِ کوچۃ جمعہ آئل

بنگلہ زبان میں آئل اُس پکدندی کو کہتے ہیں جو کھیتوں کے
بیچ سے چلتی ہے یعنی ایک کھیت سے دوسرے کھیت کو الگ کرتی
ہے ۔ شاید ادھر کی ساری زمینیں بوڑھی گنڈے چینی گڈی ہیں
اور جب تک عمارت بنانے کے لائق نہ ہوسکیں یہاں کھیتی باڑی

ہوتی رہی ہے اور اسی عہد میں کہیت والوں نے یہاں کوئی کاہی چھپر جمعہ پڑھنے کیلئے ڈال لیا ہو کہ آج بھی اسی قسم کی کاہی مسجد کو دیہات میں جمعہ گھر یا اضافت کے ساتھ ”جمعہ گھر“ کہتے ہیں۔ اب جمعرائل کے معنی ہوئے ”مسجد یا جماعت خانہ کی پکڈنڈی“۔ بہر حال اس گلی کے اندر نواب میاں مرحوم کا مشہور مکان ہے اور اسی مکان میں ایک پکی قبر موجود ہے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہاں پہلے کوئی قبر نہ تھی بلکہ ایک دالان یا پکی کوٹھری تھی جسکی چھت بار بار گر جاتی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ یہاں ضرور کسی ولی کی قبر ہے اسلئے چھت گر جاتی ہے۔ اس بناء پر یہ کوٹھری ہمیشہ کیلئے توڑ کر ایک قبر بنا دی گئی اور پھر ایک ہنگامہ کتبہ بھی لگا دیا گیا ہے۔ نہ جاننے مذت مراد مانگتے ہیں اور پھول شمع چڑھاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب •

مزارات باشہ باڑی

باشہ باڑی تانٹی بازار کے اندر ایک مخلوط محلہ ہے جہاں ہندو مسلمان اب تک آشعتی کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہاں ایک دالانی خوبصورت مسجد ہے۔ اس کے دکن جانب دو پکی قبریں ہیں، حسب دسترر آسکو بھی لوگ سید کی قبر کہتے ہیں مگر در اصل یہ ان میاں بیوی کی قبریں ہیں جو اس محلہ کے زمیندار اور اس مسجد کی بانی تھے۔ مسجد سو سو سو برس کی پرانی ہے مگر بانی کا نام جاننے والے مفقود ہیں •

مزار زندہ بہار

اسلام پور روڈ میں اتر جانب تین شید کی ایک دکان کے اندر ایک چھوٹا سا گنبد نظر آتا ہے۔ اس کے اندر ایک چھوٹی سی قبر بنی ہوئی ہے۔ محلہ والے اسکو زندہ بہار کی قبر بتلاتے ہیں۔ کوچہ زندہ بہار میں ذرا اندر چلکر پورب طرف ایک گنبد کی ایک چھوٹی سی مسجد نظر آتی ہے۔ یہ مسجد بھی زندہ بہار کی مسجد کہلاتی ہے، حالانکہ اس مسجد پر جو کتبہ موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی منصور نامی شخص نے یہ مسجد عہد عالمگیری میں سنہ ۱۱۲۳ھ میں بنائی ہے۔ معلوم نہیں یہ کون صاحب تھے اور زندہ بہار نام کی اصلیت کیا ہے۔ بعض حضرات نے زندہ بحر کہا ہے۔ مگر اس پر بھی پردہ پڑا ہوا ہے۔

مذکورہ بالا گنبد دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کوئی قبر نہیں ہے بلکہ ”مقام“ ہے مقام ڈھاکہ کی اصطلاح میں ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چبوترہ یا چھوٹا سا گنبد حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام پر بنا لیتے ہیں اور یہاں نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ ایسے مقام ڈھاکہ میں بہت تھے اب اکثر منہدم ہو گئے مگر پھر بھی دو چار موجود ہیں جہاں محرم کے زمانے میں لال سبز دو نشان کھڑا کر دیتے ہیں اور سہرے چڑھائے جاتے اور شربت کے گوزے رکھے جاتے ہیں۔

ایک بے موقع بات سن لیجئے ڈھاکہ میں اکثر یہ مقامات اب محلوں میں واقع تھے جہاں ندافوں یا چولاہوں کی آبادی

زیادہ تھی - یہ سب لوگ صوبہ بہار کے باشندے تھے - ایسے مقامات نکلتے ہیں بھی انہیں آبادیوں میں زیادہ نظر آتے ہیں - مگر شہر سے باہر ”مقام“ کسی مقدس جگہ کو کہتے ہیں - مثلاً دیناج پور میں بڑا مقام مشہور زیارت گاہ ہے جہاں حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے •

مزار شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

سابق کمہار ’وای‘ حال احسن اللہ روڈ ہیں، مابین آفس ذاب اسٹیٹ و مکان خان بہادر خواجہ محمد اسماعیل صاحب ایک پتلی گلی بکلیفڈ بیفڈ پر نکلتی ہے - اس گلی میں ایک چار دیواری کے اندر چار پکی قبریں ہیں - ہر قبر درجہ بدرجہ اونچی ہوتی گئی ہے - بہت اونچی قبر شاہ ولی صاحب کی کہی جاتی ہے اور اُسکے بعد اونکی بیوی کی اور دوسری دو انکے اتر کونکی قبریں ہیں - احاطہ کے اندر کی زمین بھی پکی ہے اور احاطہ کے مشرق روئے خادم کیلئے ایک چھوٹی سی کوٹھری بھی ہے - پچاس برس ہوئے ہونگے کہ خاکی شاہ نامی ایک فقیر یہاں بطور مجاور رہتا تھا اور وہ خود پچاس ساٹھ برس سے مقیم تھا - خاکی شاہ طریقہ قلندریہ میں منسلک تھا - اسکی بھائی ہوئی ایک مسجد ناظر بازار روڈ میں آباد ہے - افسوس ہے کہ شاہ ولی رحمۃ اللہ کا حال کسی طرح بھی معلوم نہیں ہو سکا - جو لوگ انکو شاہ علی بغدادی کا بھائی بتلاتے ہیں وہ ولی اور علی کا قایمہ ملتے ہیں - اس محوطہ کے باہر مولوی خواجہ سید نجم الدین احمد نقشبندی ابوالعالی مدفون ہیں -

یہ میرے مخلص دوست تھے اور ایک خاندان بزرگ کے ممبر۔ انہوں نے یوم جمعہ ۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۸ ہجری میں رحلت فرمائی۔ اللہم اغفرلہ وارحم علیہ۔ انکے صاحب زادے سلمہ سالانہ عرس کرتے ہیں *

مرزا حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ

بابوبازار کی در منزلہ مسجد کے صحن میں گنبد کے اندر ایک قبر ہے، طیش مرحوم نے اپنی تاریخ ڈھاکہ میں اسے حضرت ابو سعید کی قبر بتلائی ہے ممکن ہے کہ یہی صحیح ہو۔ لیکن آپکی قبر بعض لوگ لنگرخانہ کی مسجد کے متصل قبرستان میں بتلاتے ہیں جہاں ڈھاکہ کے بہت سے نامور حضرات مثلاً آقا عبد العلی، آقا قاری شجاعت علی، مشہور محقق فارسی آقا احمد علی احمد، مولوی نصیر الدین حیدر سامی۔ ڈھاکہ کے اخیر شاعر فارسی سید محمود آزاد (اللہم اغفرلہم) وغیرہم مدفون ہیں۔ جناب ابو سعید کے متعلق زیادہ حال معلوم نہیں۔ صرف اتنا علم ہے کہ وہ مرزا غلام پیر مرحوم کے نانا تھے۔ اور اگرچہ بڑے زمینداروں میں انکا شمول تھا مگر وہ صاحب دل بزرگ تھے۔ جس مسجد میں انکی قبر گنبد کے اندر ہے یہ مسجد بھی انکی بنائی ہوئی بتلائی جاتی ہے۔ مگر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ جن اصحاب کا خیال ہے کہ لنگرخانہ کے قبرستان میں انکی قبر ہے انکو اس سے شاید دھوکا ہوا ہے کہ یہیں مرزا غلام پیر مرحوم کا عظیم الشان محل سرا تھا آج کوئی اثر باقی نہیں۔

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

زمینی کہا گئی آسمان کیسے کیسے

مزارِ برپشت مکانِ سید حسن علی مرحوم

سید حسن علی مرحوم کے دو منزلہ مکان کے دکھن جانب ایک پکی قبر نظر آتی ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ قبر اس مکان کے بننے سے پہلے بھی موجود تھی۔ مکان بنے سو برس سے زیادہ ہوئے۔ سید صاحب مرحوم کے وارث اس قبر کی نگہداشت کرتے ہیں *

گنبدِ امیر الدین مرحوم

یہ گنبد بابو بازار گھاٹ کی سہ گنبدی شاندار مسجد کے احاطہ میں ہے۔ اسمین بانی مسجد داروغہ امیر الدین مدفون ہیں۔ وہ رتن پور ضلع ٹیپہ کے باشندے تھے۔ ملازمت کے فریضہ کافی روپے املاک اور زمینداری پیدا کی تھی۔ انہیں کے پوتے تھے منشی غلام مولیٰ مرحوم جو مرغ لڑانے اور بھٹیال مرثیہ کہنے میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اس گنبد کے باہر بھی اونکے خاندان کی بہت سی قبریں ہیں *

آستانۂ شاہِ محمد جمال

و شاہ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہما

نائی بازار کے دکھن سرے پر ایک وسیع چار دیواری کے اندر جو شیخ صاحب کا مدرسہ کہلاتا ہے ایک گنبد کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور دوسرے گنبد کی اندر آپ حضرات آسودہ ہیں۔ اور گنبد کے باہر بہت سی پکی قبریں ہیں۔ دکھن

جانب کچھ کونہریاں اور کچھ پتھم اتر بھی ۔ جگہ وسیع ہے
 اسکے ساتھ اور بھی کئے مکانات اس آستانہ پر وقف ہیں *
 ان حضرات کے بارے میں کوئی بھی کچھ نہیں جانتا ۔ مگر
 اسی قدر جو وقف نامہ مجلس النساء محررہ ۲۴ جمادی
 الثانی سنہ ۱۲۶۷ ہجری میں درج ہے ۔ اس وقف نامہ کے
 مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مجلس النساء مرحومہ کے شوہر شیخ
 محمد عظیم خلف شیخ محمد ذاکر اس آستانہ کے بہت معتقد
 تھے اور یہ آستانہ مختصر رقبہ میں تھا ۔ اطراف کے زمینیں
 خرید کر انہوں نے آستانہ کے ساتھ ملا دیا مگر گنبد اور مسجد
 مجلس النساء کے وقف کے موافق اونکے مقرر کردہ متولی
 منشی عنایت علی مرحوم نے جنکا مکان سانچی پان دربیہ میں تھا
 بنوائی ہے ۔ مزار پر کوئی کتبہ نہیں ہے مگر مسجد پر جو
 کتبہ ہے وہ اسقدر بد خط ہے کہ پڑھا ہی نہیں جاتا حالانکہ
 مجلس النساء مرحومہ کی سرکار سے منشی ارحم ساکن مسجد
 بھارت پنشن بھی پاتے تھے جو قہاکہ کے مشہور خوشنویس تھے ۔
 گنبد کے باہر شیخ محمد عظیم اور اونکی بیوی مجلس النساء
 مرحومہ مدفون ہیں اور دیگر قبریں اونکی اولاد کی ہیں یہ سب
 اونکے سامنے ہی گزر چکیں تھیں ۔ شیخ محمد ذاکر کا مزار
 سنار گاؤں کے کاکیار ٹیک نامی موضع میں ہے ۔ وہاں بھی ایک
 مدرسہ اور مسافر خانہ ہے ۔ یہ معلوم ہے کہ شیخ محمد ذاکر
 سنار گاؤں کے رہنے والے اور املاً ہندو تھے وہی اپنے خاندان
 میں بچے مسلمان ہوئے *
 .

مجلس النساء مرحومہ نے اپنی مورثہ تمام جائداد کارخیر کیلئے وقف کر دیا جسکے متولی فی الحال نواب بہادر ڈھاکہ ہیں ۔ وقف نامہ سے معلوم ہوا کہ مساکم مہینے میں اس آستانہ پر ایک مجمع قرآن خوانی اور اطعام مساکین اور دیگر کارخیر کیلئے ہونا چاہئے اور ایک پہاگن میں سنار گاؤں والے مدرسہ میں ۔ عظیم پورہ مگ بازار وغیرہ کے حضرات کو مقررہ ماہوار نذرانہ اس وقف کی آمدنی سے دینے کا بھی حکم ہے ۔

یہ آستانہ کب بڑا تھا اور یہ حضرات کس عہد میں تھے اور کون تھے کچھ معلوم نہیں اور نہ ڈھاکہ والوں کی زبان سے کبھی یہ دو نام ہی سننے میں آتا ہے ۔ یہاں آستانہ یا مزار کا ہونا یہ شبہ ڈالتا ہے کہ کبھی یہاں مسلم آبادی ہوگی مگر اب مسلم آبادی کی کوئی علامت نظر نہیں آتی ۔ وہاں نوبوراسے کی گلی میں جو اس راستہ کے ذرا پیچھے ہے دو مسجدیں موجود ہیں جنکا ذکر آئندہ ہوگا ۔

مزار گمنام

نوبوراسے کی گلی میں دو مسجدیں ہیں ' ان میں ایک آج بھی آباد ہے اور دوسری پھر سے آباد ہو رہی ہے ۔ یہ مسجد چوچٹہ چھوٹی سی مسجد ہے ۔ طرز تعمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت پرانی مسجد ہے اور یقیناً اسلام خان کی مسجد سے قدیم ہے ۔ اس مسجد کے دکن پیچھے ایک مزار ہے جو فی الحال لپٹ سینما کے احاطہ میں آگیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مزار بالی مسجد کا ہے ۔ فی الحال یہ قبر محفوظ

کردی گئی ہے اور بہت صاف سنہری رکھی جاتی ہے ۔
 یہ جگہ شاہ حیات علیہ الرحمة کے پچھوارے پچاس گز کے
 فاصلہ پر ہے ۔ کبھی یہ محلہ مسلمانوں کا ہوگا کہ یہاں در
 مسجدوں کی ضرورت ہوئی، مگر آج اسکی ناگفتہ بہ حالات ہے ۔

وارد نمبر ۳ کا مختصر حال اور اوسکے مزارات

اس وارد کی چوحدی یہ ہے : اتر جانب شانتی نگر، پچھم
 طرف نواب پور روڈ، پورب سمت دولائی ندی اور دکھن
 طرف دولائی کھال ۔ اس حصہ میں اب مسلمان بہت کم رہ گئے
 ہیں، صرف دکھن • مسندی اور کمپنی گنج وغیرہ دو تین محلے
 مسلمانوں کے باقی ہیں ۔ اس وارد میں نواب پورہ جو پہلے

• لفظ مسندی دراصل مویشی مندی ہے ۔ معلوم کے ڈھا کہ میں
 بھی ایک مندی تھی جو اب ویران ہو گئی ہے یعنی دھان مندی ۔
 معلوم ہوتا ہے کہ گائے بکریاں دریائی رستے سے یہاں آکر فروخت
 ہوتی تھیں اور آناج خشتکی و تری دونوں طرف سے کہ آج
 بھی دھان مندی میں عید گاہ کے سامنے ایک نہایت خوبصورت
 شکستہ پل موجود ہے جو پانڈوندی کی ایک شاخ پر تھا ۔ یہ شاخ
 جعفر آباد تک جا کر مسجد سات گنبد کے قریب سے دریائے بوڑھی
 گنگا میں گرتی تھی ۔ اس طرح دور دور سے آناج یہاں آ جاتا تھا ،
 یہ شاخ گزشتہ صدی عیسوی ہی میں بند ہو چکی تھی اور
 دھان مندی کی ویرانی اسی سبب سے ہوئی ۔

امراء پور کہلاتا تھا مشہور جگہ ہے جہاں ڈھاکہ کے اصل باشندے تالٹی اور بیساک بستے ہیں۔ میرے خیال میں یہ وارڈ قدیم ترین آبادی ہے اور مسلمان سب سے پہلے ادھر ہی آکر بسے ہیں، اگرچہ اسوقت اس وارڈ میں مسلمانوں کا کوئی قدیم اور نامور خاندان باقی نہیں رہا ہے الا حضرات دلکشا کے۔ مگر سارے شہر میں اس وارڈ کو یہ تاریخی اہمیت حاصل ہے کہ اسوقت ڈھاکہ میں جتنی مسجدیں موجود ہیں سب سے پرانی مسجد (بینت بنت مرحمت کی مسجد) اس وارڈ میں ہے۔ اسکے علاوہ بھی کچھ قدیم مساجد یہاں ہیں اور کچھ دوسرے آثار قدیمہ بھی۔ اس وارڈ میں ایسے کم لوگ ہیں جنکی مادری زبان اردو ہو اگرچہ مرد سب اردو بول سکتے ہیں۔ سوائے ساکنان دلکشا کے۔

مزار شاہ فرید رحمۃ اللہ علیہ

ریفیکینس اسٹریٹ سے ایک گلی پچھم جا کر بنگاؤں کی طرف نکلتی ہے۔ گلی کی داہنی جانب شاہ فرید کا مشہور مزار ہے۔ لوگ ہمیشہ زیارت کیلئے جاتے تھے۔ مگر کچھ دن ہوئے، راستے پر کالی کی ایک مورتی کھڑی کر دی گئی ہے اور گاہی منڈوا بھی کھڑا کر دیا گیا جس سے راستہ مسدود ہو گیا۔ پہلے ان محلوں میں مسلمان رفوگر بسے تھے، زندہ مسلمان ہی نہ تھے تو مردوں کی حفاظت کون کرے کہ مردہ بدست زندہ۔ مگر مسلمان اب زندہ ہی کہاں ہیں؟۔ میرا

خیال ہے کہ یہ مزار عہدِ افغانہ کا ہے کہ یہ زمین اوسی عہد میں آباد تھی ۔ (یہ ڈھاکے میں دوسرے شاہ فرید ہیں)

مزار تیج بھکاری رحمۃ اللہ علیہ

مسندِ یا موبشی مسندِ کے اتر سرے پر یہ پختہ مزار ہے جو تیج بھکاری کا مزار کہلاتا ہے ۔ یہ محلہ پٹھانوں کیوٹ آباد تھا ۔ مگر ویران ہو گیا تھا ۔ بنگال کے برے قحط میں مکرر آباد ہوا ہے ۔ گمان غالب ہے کہ یہ مزار عہدِ قدیم کا ہے ۔ زیادہ حال معلوم نہیں *

مزار شاہ خورد رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار مدن موہن بیساک روڈ پر ہے ۔ ول موہن ساہا کے مسند کے متصل پیچم ہے جسے میرے دوست بھگوت بابو نے مروت کرا کے تین سید ڈالوا دیا ہے ۔ کبھی کبھی کوئی خادم بھی یہاں نظر آتا ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مزار شاہ خورد کا نہیں ہے ۔ شاہ خورد تو اس مزار کے ایک خادم تھے، بہر حال اگر یہ قدیم مزار ہے تو یہ ہی عہدِ افغانہ کا ہونا چاہئے کہ اسی عہد میں ادھر مسلمانوں کی آبادی تھی اور آج اس لمبی چوڑی سڑک پر ایک گھر بھی مسلمان کا نہیں ہے، مگر کچھ آگے تھا ۔

مزار اکالی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اسی شہر کے باشندے تھے ۔ بوس بازار مشرقی حصہ شہر میں رہتے تھے ۔ پہلے یہ محلہ مسلمانوں ہی کا تھا ۔ اب مسلمان یہاں بہت کم رہ گئے ہیں اور اب یہ محلہ سوامی باغ کہلاتا ہے ۔

ایک مسجد آپ نے بنوائی تھی، اُس میں دس رات پڑے
رہتے تھے۔ بہت لوگ آپکے معتقد تھے۔ تقریباً پچاس برس
ہوئے انتقال فرمایا۔ مگر آپکے دیکھنے والے اب بھی بہت موجود
ہیں۔ مزار مسجد کے بغل میں موجود ہے۔ ایک لڑکا بھی
زندہ ہے۔

مزار قنیکہ تولی

یہ جو قنیکہ تولی کے چوراہے پر ایک قبر ہے پہلے بھی پکی تھی،
یہاں کچھ دن پہلے غریب مسلمانوں کی بستی تھی اور اس قبر کے
سواے بھی بہت قبریں تھیں مگر جب یہاں کی زمینیں
ہندوؤں نے خرید لیں تو سب قبریں منہدم کر دی گئیں، صرف
اس مالک مکان نے اپنے احاطہ سے الگ پھر سے ایک قبر پکی
بنادی۔ معلوم نہیں کسی قبر ہے۔

مزار سید صاحب

یہ مزار گارڈ آسٹاکار مرحوم کے مکان کے متصل محلہ دکھن
مسندتی میں واقع ہے۔ محلہ والے نہایت احترام کرتے ہیں۔
مگر نام کوئی نہیں جانتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ مزار بھی
قدیم ہے۔ کیونکہ ادھر عہد افغانہ میں مسلمانوں کی آبادی
تھی جیسا کہ بیضت بی بی کی تعمیر سے ثابت ہے کہ آج ڈھاکہ
میں بھی سب سے قدیم ترین مسجد ہے کہ سنہ ۸۹۱ ہجری
میں تعمیر ہوئی ہے۔

مزار گمنام

پہلے عیسائیوں کے بڑے گورستان کے احاطہ کے اندر مشرقی حصہ میں یہ مزار تھا - مگر کچھ دن ہوئے اس مزار کو اس احاطہ سے نکال دیا گیا - یعنی اب مزار کی زمین چھوڑ کر گورستان کی دیوار کھڑی کر دی گئی ہے - یہاں ہر اسے نام دو تین گھر مسلمانوں کا ہے - اب ادھر میونسپل مہتروں کی نو آبادی بنی ہے - جانے کا راستہ ریل کی سڑک کے کنارے کنارے پگڈنڈی پر سے ہے - مگر مزار تک جانے کا راستہ اب مسدود ہے - یہ مزار ایک خطیرہ کے اندر ہے - شاہجہانی اینٹوں کا خطیرہ ہے - سنا ہے کہ اب یہاں اور بھی قبریں بنگئی ہیں مگر ۲۰ بیس برس ہوئے ہیں نے ایک ہی قبر دیکھی تھی -

مزار شہ صاحب مصری کھولا رحمة اللہ علیہ

یہ مزار انگریزوں کے گورستان کے دکھن جانب ہے - مصری کھولا شہر سے نزدیک کرانی گنج تھانہ کے ماتحت مشہر گاؤں ہے - آپکا نام احسن اللہ ہے - تھا کوری ملا مرحوم کے بیٹے تھے - اور اصلاً موضع ٹیٹہ (قریب بس ندی اسٹیم اسٹیشن) کے باشندے - انکی ولادت سنہ ۱۲۰۷ بنگلہ میں پہاگن مہینے کی کسی تاریخ صبح کیوقت ہوئی تھی - لڑکپن سے نیک اطوار اور پسندیدہ خصلت تھے - انکے مولد و مسکن سے قریب چربھاسنیہ میگنا ندی پر بدیا بازار تھانہ کے ماتحت (ضلع ڈھاکہ) مشہور گاؤں ہے - وہاں کے باشندے لشکر ملا مرحوم کے وے مرید تھے اور وے

مجاز تھے گلزار شاہ کے اور وہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھنے والوں میں تھے - گلزار شاہ صاحب نے بھی بڑی عمر پائی تھی - انکا مزار سنار چر نامی گاؤں میں ہے - شاہ احسن اللہ صاحب مصری کہولا میں مدت ہوئی آنکریس گئے تھے اور بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے - رنگ سرخ و سفید تھا بڑے ذی اخلاق اور منکسر مزاج تھے کہ ہر شخص خیال کرتا تھا کہ آپ گویا خاص اُسی پر شفقت فرماتے ہیں - آسمان و بنگال میں آپ کی بڑی شہرت تھی اور رجوع خلائق بھی بیکد تھا - یعنی کہ آپ نے زائرین کی سہولیت کیلئے مصری کہولا کا قیام ترک فرما کر شہر میں رہنا اختیار فرما لیا تھا - اور محلہ نارائندیا میں جواب شاہ صاحب لیں کہلاتا ہے - ایک بڑے وسیع رقبہ میں مکانات، مہمان خانہ اور مسجد وغیرہ بنوا لیا تھا - آپ شریعت کے بہت پابند تھے - آپکی حین حیات میں سال میں ایک بار ایک میلہ ہوتا جسمیں بہت اڑدھام ہوتا تھا - یہ میلہ آج بھی قائم ہے - آپ نے سو سے زیادہ عمر پائی - بعد نماز فجر یوم پنجشنبہ ۲۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۵ھ میں رحلت فرمائی اور اپنی بنائی ہوئی مسجد کے دکن مدفون ہوئے - قبر پر ایک خوبصورت گنبد بنایا گیا ہے - بڑے صاحبزادہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب جو نہایت معاملہ فہم اور دور اندیش مدبر ہیں آپ کے سجادہ نشین ہیں - مجاہد بھی اپنے بزرگ والد ماجد کی طرح مہربان ہیں -

خدا سلامت با کرامات رکھے *

مزار حضرت شاة نعمت اللہ

بت شکن قدس سرہ

آپ کا مزار باغ دلکشا کے ساتھ ہے مگر علیحدہ احاطہ میں ایک بلند چبوترے پر دکنی صاحب کی مسجد کے پورب اتر ہے۔ بیچ والی قبر آپ کی ہے اور دوسری دو قبریں خلفاء کی ہیں۔ شہرت ہے کہ اسی جگہ وہ رہتے بھی تھے اور جب کوئی بت انکے سامنے سے گزرتا تو اونکے اشارے سے ٹوٹ کر گر پڑتا اسلئے اونکو بت شکن کہتے ہیں۔ پچلے ایک بڑی آبادی پاندو ندی کے کنارے یعنی کھل گاؤں تک تھی جسے اب بھی بعض لوگ شہر کھل گاؤں کہتے ہیں۔ پاندو ندی سے بہر حال گنگا ہندوؤں کی نگاہ میں مقدس ہے اسلئے یہاں کے ہندو باشذدے اپنی مورتنی بوڑھی گنگا میں لیجا کر ڈبوتے تھے۔ لامحالہ انکو شاة صاحب قدس سرہ کے سامنے سے گزرنا پڑتا تھا۔ یہ عام روایت ہے مگر یہ بالکل حقیقت ہے کہ ادھر ہندو آبادی پچلے ضرور تھی اور اب بھی ادھر بہت کچھ آثار اور آبادی کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ مثلاً راجہ باغ اور کئے منادر اور بڑے بڑے پختہ کھات والے تالاب ادھر نظر آتے ہیں اور دیوان باغ میں تو سال میں ایک بار کوئی آشفان بھی ہوتا ہے جسمیں بہت ہندو جمع ہوتے ہیں •

اس مسجد کی احاطہ میں اور بھی کئی قبریں ہیں اور دو قبریں دو الگ الگ کوٹھریوں میں اور چند احاطہ مسجد سے باہر۔ معلوم ہے کہ عہد کہپنی میں یہاں گراں

ڈیلوں کی ایک پلٹن رھتی تھی - اسلئے یہ جگہ پرانی پلٹن کہلاتی ہے اس پلٹن کی نشانیاں تھیری بازار کے اندر توپ خانہ، کپتان بازار اور پورب طرف کمپنی باغ کی موجودگی ہے - سنہ ۱۲۵۶ھ ہجری میں یہاں بڑے زور کا ہیضہ پھیلا تو اس پلٹن کے بہت سے مسلمان حوالدار جمعہ دار صوبہ دار اور سپاہی مر گئے - یہ قبریں اونہی کی ہیں - ایک قبر کا کتبہ یوں پڑھا جاتا ہے -

”شیخ کریم بخش حوالدار میجر ولد شیخ محمد زمان جمعہ دار ساکن بلادہ الہ آباد ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۲۵۶ھ ہجری رجمت ۳۳ کہ پنی گران ذیل عمر ۴۵ سال“ -

حضرت بت شکن کے متعلق میری رائے ہے کہ یہ کوئی قدیم بزرگ ہیں - جو مسجد اس مزار کے ساتھ ہے اور دکنی صاحب کی مسجد کہلاتی ہے - یہ طرز تعمیر سے صاف پٹھانوں کی تعمیر نظر آتی ہے - دائرہ کے ٹلس گنبد کا دور، دیواروں کی ضخامت یہ سب شہادت دیتی ہے کہ مغلیہ عہد کی یہ عمارت نہیں ہے، پھر حضرت کے متعلق جو روایت ہے کہ کھل گاؤں یا شہر کھل گاؤں سے ہندو اپنے مورٹیوں کو لاتے تو آپ کے اشارے سے ٹوٹ جاتے - یہ واقعہ صاف بتلا رہا ہے کہ عہد مغلیہ سے پہلے کی بات ہے - کیونکہ اس عہد مغلیہ میں یہاں کسی بڑی آبادی کا پتہ نہیں لگتا - اس مسجد کی صحن کے بعد کیارہوں میں نواب زانی مہربانو اور شوکت آرا بانو مدفون ہیں - اللہم اغفر لہما •

مزارِ نرسنگ شاہ مغفور

نرسنگ شاہ مرحوم مغفور کی پکی قبر مسجد دکنی صاحب کی مسجد کے دکن یعنی مزار شاہ نعمت اللہ بت شکن کے جدید احاطہ میں ہے ۔ یہ شہر کے محلہ پھولبرہ کے برہمن زادہ تھے ۔ انکے دادا چرنجیت متر برے رئیس اور فارسی زبان کے ماهر کامل تھے ۔ وہ اپنے دیوان خالہ میں طالب علموں کو فارسی پڑھایا کرتے تھے ۔ نرسنگ شاہ مسلمان ہو گئے تھے ۔ اور ہندوؤں سے کوئی تعلق نہ تھا ۔ بالکل خاموش رہتے تھے ۔ اکثر لوگ انکے معتقد تھے ۔ انہوں نے سنہ ۱۳۳۳ھ جری میں انتقال کیا ۔

خان بہادر خواجہ محمد اعظم صاحب نے انکے مزار کے سرھانے یہ تاریخ سنگ مرمر پر کندہ کرا کے لگا دی ہے ۔

ما اعظم شانہ

بگزشت شاہ نرسنگ از دار فانی

بعق گشت واصل بعیش جاودانی

تاریخ سال رحلت مغفور باد آمد

روز چہار شعبہ ربیع ثانی

۱۳۳۳ھ جری

شاہ جلال دکنی قدس سرہ العزیز

عام تذکرے اور سیر کی کتابیں آپ کی حالات سے معمور ہیں ۔ آپ حضرت پیارا قدس سرہ کے خاص خلیفہ ہیں ۔ اصل آپکی گجرات کی ہے ۔ آپ کے مرشد حضرت پیارا جناب پیداللہ کے

مرید اور حضرت سید احمد گیسو دراز کے جنکا مزار گل برگہ دکن میں ہے تربیت یافتہ تھے - حضرت بد اللہ جناب گیسو دراز کے پوتے ہیں - انکا قصہ عجیب پر لطف ہے - جب آپ بیچے تھے ایک دن حضرت گیسو دراز اپنی پکڑی اتار کر وضو کر رہے تھے کہ جناب بد اللہ پہنچے اور پکڑی اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی - حضرت نے دیکھا تو ہنسے اور خوش ہو کر فرمایا کہ ”حق بقدر رسید“ امانت اپنے اہل کو ملگنی - اسے بعد سے جب آپ بیعت کراتے تو جناب بد اللہ کی نیابت میں بیعت لیتے - جناب بد اللہ کا وصال سنہ ۸۴۹ ہجری میں ہوا - اور حضرت پیرا کا وصال سنہ ۸۶۵ ہجری میں حضرت سید احمد گیسو دراز حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے مشہور خلیفہ ہیں اور وہ حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیا کے اس طرح گویا بنگال میں حضرت چراغ دہلوی کے واسطے سے سلسلہ نظامیہ کی اشاعت مکرر ہوئی کہ پندرہ کے کچھ ہی بعد یہ سلسلہ ڈھاکہ سے شروع ہوا •

حضرت شاہ جلال کی شہادت کا قصہ یوں ہے کہ آپ اپنے مریدوں کے حلقہ میں تخت پر بادشاہوں کی طرح متمکن ہوتے اور مریدوں کا حلقہ دست بدستہ سامنے کھڑا رہتا - کسیکو خلاف شریعت ہاتے تو سزا دیتے - حاکم وقت کو جو اس وقت چوک کے قلعہ میں رہتا تھا - خبر لگی تو آسنے منع کرایا کہ اس سے دعویٰ سلطنت کی بو آتی ہے - مگر آپ غلبہ حال کیوجہ سے نہ ملے - آخر شاہی فوج آئی اور آپ اور آپ کے

مریدونپور بزن بول دیگئی - جب تک مریدان قتل ہوتے رہے آپ یا قہار یا قہار کہتے رہے اور جب آپ پرتلوار چلائی گئی تو یا رحمان یا رحمان فرماتے ہوئے شہادت پائی یہ واقعہ سنہ ۸۸۱ھ ہجری کا ہے - خزینۃ الاصفیاء میں یہی تاریخ لکھی ہے * حضرت جلال دکنی کا مزار بہت مشہور ہے - اور سب لوگ جانتے ہیں کہ آپ موتی جھیل میں ایک گنبد کے اندر آسودہ ہیں - ایک کتبہ بھی ہے مگر اس میں صرف کلمہ طیب کذہ ہے - آج موتی جھیل کے مالک نواب اسٹیت ہے - مگر پورا احاطہ گورنمنٹ کے قبضے میں ہے کہ یہاں گورنمنٹ ہاؤس ہے - اجازت کے ساتھ زیارت کی اجازت مل سکتی ہے - گنبد کے اتر جانب سو قدم کے فاصلہ پر ایک پکی قبر نظر آتی ہے اور اوسکے بعد ایک چار دیواری کے اندر دوسری قبر

انہیں حضرات پیارا کے تربیت یافتہ تھے مصباح العاشقین شیخ محمد ملادۃ المتوفی سنہ ۹۰۰ ہجری انکا مزار ملادۃ نامی بستی میں ہے اور انہیں شیخ محمد ملادۃ کے خلیفہ تھے - مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی کے دادا شیخ سعد اللہ ترک اور انکے دوسرے خلیفہ تھے شیخ رزق اللہ مشتاقی جو حضرت محدث کے چچا تھے انہوں نے بڑی عمر پائی اور سنہ ۹۸۱ھ میں رحلت فرمائی - انکی ایک تصنیف دھاکہ یذور سیٹی کے ذخیرہ مخطوطات میں ہے - اس واقعہ شہادت سے ابو الفضل کے اس بیان کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ دھاکہ میں ایک فوجی چوکی تھی اور یہ واقعہ یہ بھی بتلاتا ہے کہ اسوقت یہاں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی ورنہ بغاوت کا اندیشہ کیوں ہوتا -

ہے۔ اس احاطہ کے بالکل پورب ایک خاصہ بڑا صحن نما قطعہ ہے جو نوگزا مزار کہلاتا ہے۔ یہ یقیناً گنج شہیدان ہے یعنی آپ کے ساتھ جن لوگوں نے شہادت پائی سب ایک ہی بڑی سی قبر میں دفن کر دئے گئے ہیں۔ حضرت نعمت اللہ بت شکن کے احاطہ میں جو تین گنبد کی مسجد موجود ہے۔ یہ دکنی صاحب کی مسجد کہلاتی ہے اور یہی پورانے نقشوں میں بھی درج ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جلال قدس سرہ العزیز کے وقت ہی میں یہ مسجد بنی ہے۔ موتی جھیل اور دلکشا پلے ایک ہی احاطہ میں تھے۔ یہ راستہ جسٹے فصل کر دیا ہے کمپنی کے عملداری میں بنا ہے۔ بلکہ کمپنی باغ کے پورب جو کمال ہے یہ بھی اسی مزار کے حد میں تھا۔ ڈاکٹر وائز نے بیان کیا ہے کہ یہاں برسات میں ایک بڑا میلا لگتا تھا۔ دور دور سے لوگ زیارت کیلئے آتے تھے۔ مزار کے قریب تک بھی لاک نالہ آتا تھا جسکی نشانی گورنمنٹ ہاؤس کے دکھن جانب جو سڑک جاتی ہے اسپر ایک پل کی صورت میں آج بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ نالہ ذرا دکھن جا کر نواب پور کی سڑک سے گزر کر صوبہ دار کے گھاٹ کے نالے میں ملکر چاندخان کے پل ہو کر رحمت گنج تک پہونچ کر بوڑھی گنگا میں گرتا تھا۔ جب یہ نالہ پل بننے سے کشتی کیلئے گزرگاہ نہیں رہا تو یہ میلا بھی ختم ہو گیا اور اسکی جگہ حضرت شاہ علی بغدادی کے یہاں رجوع بڑھنے لگا ورنہ پلے شہر والے میرپور میں کم جاتے تھے۔ دور جانا پسند ہوا تو قاضی مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں جاتے تھے یا قدم رسول میں *

معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح امراء کے ہاتھوں حضرت شاہ جلال نے زندگی میں تکلیف پائی - شہادت کے بعد بھی انکے زائرین تکلیف پاتے رہے ہیں - یہ پورا احاطہ مشہور مرزا محمد مقیم کا محل سرا تھا - اور یہ جو باغ کے اندر ایک بہت بڑا تالاب ہے جو اصلاً موتی جہیل کہلاتا ہے - مرزا مقیم کے محل سرا کا تالاب ہے - ظاہر ہے کہ جب یہ حرم سرا تھا تو یہاں لوگ بھلا کیسے زیارت کرنے آتے پاتے ؟ اسکے بعد یہ زمین نواب سر عبد الغنی کے ہاتھ آئی اور انہوں نے باغ بنایا اس عہد میں ایک خادم اس مزار پر رہنے لگا - لیکن آگے جانے والوں کیلئے اجازت کی سخت ضرورت بھی رہی - پھر جب پارٹیشن ہوئی اور نیا صوبہ مشرقی بنگال و آسام کا بنا - تو ڈھاکہ دار الحکومت قرار پایا اور یہ پورا باغ گورنمنٹ ہاؤس کیلئے لے لیا گیا - اس عہد میں بھی زیارت کیلئے آنا جانا بہت مشکل ہو گیا - پھر تفسیم کی گئی مگر گورنمنٹ ہاؤس بھی بدستور باقی ہے - یعنی آج بھی شاہی نگرانی قائم ہے اور زیارت آسان نہیں - غرضکہ ہر عہد میں قید و بند جاری رہا -

شہر کے اندر کے قدیم مزاروں میں جنکے حالات تھوڑے بہت معلوم ہیں یہ مزار بہت قدیم ہے اور ڈھاکہ والوں کیلئے باعث شرف ہے کہ یہاں ایسے بزرگ آسودہ ہیں •

میں چاہتا ہوں کہ پھر سے زیادہ وضاحت سے یہ بیان دہرا دوں کہ اس گنبد کے اندر دو قبریں ہیں - دوسری کسی ہے معلوم نہیں اور حضرت متاہل تھے اور اہل و عیال بھی ساتھ تھا •

یہ بھی معلوم نہیں - اس گنبد کے کچھ ہی اتر دیوار کے قریب ایک اور خطیرہ ہے جسکے سرھانے ایک کامنی کھڑی ہے شاید یہاں انکے کوئی خلیفہ آسودہ ہیں - اسکے بعد بھی حاشیہ بند ایک قبر ہے - خدا جانے یہ کسکی قبر ہے اور گنبد سے پورب ایک وسیع خطیرہ ہے جو نوگڑہ مزار کہلاتا ہے - سرھانے ایک گل آچیں کا درخت ہے، یہ ظاہر ہے کہ یہ گنچ شہیدان ہے اور موجودہ احاطہ باغ کے بعد ہی شاہ نعمت اللہ بت شکن رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے - ایک پرانی تحریر سے معلوم ہوا کہ وہ سنار گاؤں کے مشائخ سے تعلق رکھتے ہیں اور غالباً ہم سلسلہ ہونے کیوجہ سے وہ حضرت شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں جاگزیں ہوئے ہوں کہ سنار گاؤں والے بھی نظامی تھے اور حضرت شاہ جلال بھی •

حضرت شاہ جلال فدرسہ حضرت شاہ علی بغدادی سے تقریباً سو برس پہلے یہاں آئے ہیں - و اللہ اعلم بالصواب •

پٹھانوں کے عہد میں حضرت شاہ جلال دکنی گویا بغاوت کے مجرم آئے اسلئے ظاہر ہے کہ اونکا گنبد عہد مغلیہ میں طیار ہوا -

طاب ثراہم و جعل الجنة مثواہم •

وارق نمبر ۴ کا مختصر حال اور ارسکے مزارات

اس وارق کے پورب نواب پورہ کی سڑک - دکن جانب نواب
ہوسف روڈ - پچھم طرف مہات تولی اور دیوان بازار روڈ
(حال سر ناظم الدین روڈ) اتر سمت منٹو روڈ - یہ بہت بڑا
وارق ہے جسمیں زیادہ تر مسلمانوں کی آبادی ہے - صرف نواب
پورہ اور کھار تولی ہندوں کے محلے ہیں اسلئے اس وارڈ کو
لوگ پاکستان کہتے ہیں - اس قطعہ کی ساری زمین اون جگہوں کو
چھوڑ کر جو جلا اور کھال کے نشیبی مقامات میں ہیں سب پٹھانوں
کے دھا کہ میں شامل ہے اور بازار منور خان کے پچھم سقہ تولی تک
(عرضاً) اور مالی باغ سے مالی تولہ تک کے (طولاً) باشندے
مقامی بنکالہ بولتے ہیں مگر مرد سب اردو بھی بول سکتے
ہیں بلکہ بولتے رہتے ہیں اور اسکے سوا تمام محلوں میں
(حتی کہ ہندو بھی) اردو بولتے ہیں - بازار منور خان، صدیق بازار
بازار آفا صا دن، ڈیوڑھی آفا مسیح، ڈیوڑھی امانت خان، دیوان بازار
بازار علو یہ تمام آباد محلے پرانے ہیں - نئے محلوں میں ناظر بازار،
مالی تولہ، مالی باغ، سکینہ تولہ اور بنکسال ہیں - بنکسال کو
بنکسال اسلئے کہتے ہیں کہ یہاں بنکالی آنکر بسے ہیں یعنی بنکالیوں
کا گھر (سال بمعنی گھر) دھا کہ کی یہ عجیب اصطلاح ہے کہ مسلمان
اپنے آپکو بنکالی نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ صرف مسلمان کہلاتے ہیں -

بنگالی یا تو ہندوؤں کو کہتے ہیں یا دیہات کے مسلمانوں کو بلکہ دیہات کے مسلمانوں کو زیادہ تر بنگال کہا جاتا ہے •

شالا مسلک پیپر رحمة اللہ علیہ

یہ مزار ایک بڑے احاطہ میں (پلٹن میں) ہے مگر یہ احاطہ جدید ہے جسکی عمر ۶۰ برس سے زیادہ نہیں - اب یہ مزار ایک گنبد کے اندر ہے جسپر چینی کے ٹھیکروں کا کام ہے جسے مرحوم قاضی رضی الدین نے نواب سر سلیم اللہ مغفور کے روپے سے بنوایا ہے لیکن پہلے ایک پیپل کے درخت کے سایہ میں یہ مزار تھا - یہ جگہ پہلے دیودانوں کا باغ کہلاتا تھا اور لوگ اکثر رات کو جن بھوت کے وہم سے ادھر نہیں آتے تھے - گنبد سنہ ۱۹۰۹ع میں بنا ہے مگر احاطہ کے دروازہ پر جو انگریزی میں سنہ ۱۹۱۵ع کا سالن بورڈ لگا ہے یہ محض غلط اور مہمل ہے - اللہ بخشے قاضی صاحب مرحوم نے یوہین لکھوا دیا ہے جس سے بڑی غلط فہمی ہوتی ہے - ان اطراف میں پہلے اچھی آبادی تھی مگر جب سنہ ۱۸۸۳ع میں ریل نکلی تو ریلوے ضرورت سے پوری بستی اُٹھا دی گئی تو ویرانی پھیلی - کچھ دنوں کے بعد منی پور (آسام) کے راج خاندان کے ایک ممبر یہاں آنکر مسلمان ہو گئے - انہوں نے نواب سر احسن اللہ مرحوم کی امداد سے ایک بڑا احاطہ گھیرا اور اپنے قیام کیلئے مکان اور ایک دالانی مسجد بنوائی - وہ راجہ فقیر کہلاتے تھے - یہیں متاھل ہو گئے تھے مگر اونکی کوئی اولاد نہیں ہوئی - اونکی منکوحہ کا پہلے شوھر کا بیٹا جو اب

خود بوڑھا ہو گیا ہے یہاں رہتا ہے۔ راجہ فقیر مرحوم کے وقت میں یہاں بڑی رونق ہوئی۔ وہ وارد صادر کی حسب حیثیت خاطر تواضع کرتے تھے اسلئے لوگ زیادہ آنے جانے لگے •

سمپل پیمن میں لکھا ہے کہ حضرت ملک پیر یعنی شاہ ملک صاحب حضرت شاہ جلال مجرّد پمنی کے ہمراہیوں میں سے تھے۔ آپ جب سلہٹ گئے تو ملک صاحب تبلیغ کیلئے یہاں رہ گئے۔ یا بعد وفات حضرت جلال یہاں آنکر بس گئے •

حضرت شاہ جلال جنکو پمنی کہا جاتا ہے تحقیق سے ثابت ہوا کہ وہی جلال تبریزی ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے کہ آپ حضرت جلال کے ساتھیوں میں سے ہیں جنکا وصال سنہ ۹۴۲ھ ہجری میں ہوا ہے تو یہ مزار بنگال کے تمام اون مزاروں سے قدیم العہد ہے جنکی حالت تاریخ کے ذریعہ معلوم ہے۔ مزار ویتبرک بہ •

مزار شاہ بلخی علیہ الرحمة

یہ مزار حضرت ملک پیر کے احاطہ میں راستہ کے اتر کنارے موجود ہے۔ زائرین پہلے یہاں فاتحہ پڑھتے ہیں پھر اندر جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت ملک پیر کے ساتھیوں میں ہیں اور آپکا وطن بلخ ہے اسلئے بلخی کہلاتے ہیں۔ اسے سوا کچھ معلوم نہیں۔ احاطہ کے باہر سلیم اللہ روتہ میں جو اور ایک پکی قبر نظر آتی ہے۔ اسے متعلق ہی کچھ معلوم نہیں۔ راجہ فقیر مرحوم بھی اسی احاطہ میں مدفون ہیں •

مزار شاکہ دودہ کنول

یہ مزار موجودہ ڈاک بنگلہ کے ٹھیک اتر سڑک کے پار دی، تی، اس کے بنگلہ کے پورب ایک مختصر احاطہ میں ہے۔ اب یہاں ایک چھوٹی سی بلا ضرورت مسجد بھی بن گئی ہے اور اب آپ کے مزار کے علاوہ بھی دو قبریں نظر آتی ہیں۔

زیادہ تر یہ مزار نیم گچ والا مزار کہلاتا ہے اور کبھی کبھی گلاب شاکہ کا مزار بھی کہتے ہیں۔ مگر صحیح معلوم ہے کہ گلاب شاکہ نام ایک گھروا پوش خادم یہاں رہتا تھا وہ بھی سرکر یہیں دفن ہوا۔ چونکہ سرہانے ایک نیم کا پیڑ ہے اسلئے نیم گچ والا مزار کہنا بھی صحیح ہے اور گلاب شاکہ سے نسبت دینا بھی بالکل غلط نہیں۔

اس مزار سے پورب حضرت نعمت اللہ بت شکن اور ذرا دکھن پورب حضرت شاکہ جلال دکنی اور ٹھیک اتر حضرت ملک پیر و شاکہ بلخی آسودہ ہیں۔ سبھوں کو یاد ہے کہ سنہ ۱۹۰۵ء تک بھی اس مزار سے کوئی دو سو قدم اتر مسلمانوں کا ایک قبرستان تھا جسکا اب کوئی نام و نشان نہیں بلکہ آج وہاں فریمسن لوچ اور ہندو بیوہ آشرم ہے۔

کنول ہی کا پہل کنول گتہ ہے۔ کنول جو لال پھول کا ہوتا ہے اسے رکتو کنول اور جو سفید پھول کا ہوتا ہے اسے دودہ کنول کہتے ہیں۔ آج بھی اس مزار کے متصل اتر ایک بڑا سا نیا تالاب نظر آتا ہے لیکن فی الحقیقت یہ جدید تالاب نہیں

ہے یہاں پہلے بھی ایک بڑا آبگیر تھا۔ میں نے اس آبگیر میں نیلو فر تو بہت دیکھا ہے مگر کنول نہیں۔ ممکن ہے کہ کبھی یہاں سفید کنول بھی کہلتے ہوں اور آج جس طرح نیم گاج والا مزار کہتے ہیں کل دودہ کنول والا مزار کہتے ہوں جو امتداد زمانہ سے شاہ دودہ کنول بن گیا ورنہ آدمی کا ایسا نام میں نے کبھی نہیں سنا (واللہ اعلم) یہ جگہ اور اس اطراف کی زمین عہد افغانہ میں آباد تھی اور سنہ ۱۸۸۴ع تک کم و بیش آباد رہی۔
 یزار و پتبرک بہ •

مزار گلا کٹا سپید

یہ مزار میروں کے جگہ میں ایک گنبد کے اندر ہے۔ عمارت بھی قدیم نظر آتی ہے اور گنبد کے طرز سے ظاہر ہوتا ہے کہ یا پٹھان عہد کی تعمیر ہے یا ابتدائے عہد مغلیہ کی۔ بہر حال یہ گنبد حالت کس مہر سی میں ہے کہ میروں کے جگہ میں میٹروسیپلٹی کے مہتروں کی آبادی ہے۔ اب مزار تک جانے کیلئے پورب سمت ایک گلی چھوڑ دی گئی ہے۔ مگر پچے تو یہاں تک پہنچنا منزل ہفت خوان طے کرنا تھا •

’گلہ کٹا سپید‘ کے معنی ہوئے سپید شہید۔ بہر حال یہ کسی شہید کا مزار ہے۔ اور اگر شہید کا مزار ہے تو ظاہر ہے ابتداء عہد افغانہ کا ہوگا کیونکہ جب سے ترک یا پٹھانوں نے دہاکہ فتح کیا پھر کسی عہد میں بھی یہ جگہ غیر مسلموں کی حکومت میں نہیں آئی الا اون کچھ دنوں کیلئے جبکہ راجہ گنیش کی غیر

اسلامی حکومت ہو گئی تھی - اور شیخ انور (۱) علیہ الرحمۃ کو ساتھیوں سمیت پندۃ سے آنکر سفارگاؤں میں پڑا لیٹا پڑا تھا - ممکن ہے کہ اسی عہد کے کوئی بزرگ ہوں جو آکر شہید ہوئے یا اظہار حق کے جرم میں اونکا سر اتارا گیا ہے - معلوم ہے کہ شیخ انور سفارگاؤں میں شہید کر دیئے گئے تھے - مگر وہاں اونکے مزار کا پتہ نہیں لگتا - لفظ سید سے دھوکا مت کھائیے کہ ڈھاکہ کیا ہر جگہ یہ دستور ہے کہ جب صاحب قبر کا نام معلوم نہیں ہوتا ہے تو سید کی قبر کہنے لگتے ہیں - اور لفظ شہید بھی جہلا کی زبان

(۱) شیخ انور حضرت نور قطب عالم پندۃ کے بیٹے تھے، اونکا قصہ ریاض السلاطین نے جو لکھا ہے - میں مختصراً ذکر کر دیتا ہوں - حضرت نور قطب عالم کی خدمت میں جبکہ وہ یاد الہی میں مستغرق تھے - شیخ انور نے پہونچکر راجہ کنس کی اسلام دشمنی اور مسلمان کشی کا ذکر کر کے کہا آپ جیسے قطب وقت کے عہد میں یہ ظلم ہو رہا ہے ! سنئے ہی حضرت کو طیش آیا اور فرمایا ”جب تک تیرے خون سے زمیں رنگیں نہوگی یہ ہنگامہ فرو نہوگا“ - شیخ انور سمجھے کہ جو بانہ کی زبان سے نکلا ہے ضرور پورا ہوگا - عرض کیا ”حضور نے جو ارشاد فرمایا صحیح ہے میرے بھتیجے شیخ زاہد کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟“ فرمایا ”اوسکی نیک نامی تا قیامت رہیگی“ - جب راجہ کنس کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو اوسنے چچا بھتیجا یعنی شیخ زاہد اور شیخ انور کو گرفتار کر کے پندۃ سے سفارگاؤں بھیج دیا - قصہ بہت طویل ہے، مختصر یہ کہ شیخ انور کو یہیں شہادت نصیب ہوئی اور حضرت نور قطب عالم قدس سرہ کا ارشاد بھی پورا ہوا کہ راجہ کنس کا بھی اوسی وقت کام تمام ہو گیا *

میں سید ہو جاسکتا ہے - یہ مزار پٹھانوں کے دہاکہ میں ہے اور حضرت شاہ جلال دکنی اور حضرت شاہ نعمت اللہ بت شکن اور حضرت چشتی بہشتی کے مزارات سب ایک دوسرے سے قریب قریب ہیں، اس سے پہلے یہی خیال ہوتا ہے کہ آپ قدما میں ہیں -

مزار در احاطہ کرزن ہال

کرزن ہال کے بالمقابل سجنہ کے پتھروں کے جھنڈ میں ایک ہکی قبر نظر آتی ہے - کہا جاتا ہے کہ یہ قبر سو سو سو برس کی ہے اور کسی بخاری صاحب کی ہے - اس سے زیادہ حال معلوم نہیں •

مزار پھول شاہ رحمۃ اللہ علیہ

دہاکہ ریلوے اسٹیشن جس جگہ واقع ہے یہ پھول بڑیہ کہلاتا ہے - اسٹیشن کے احاطہ کے اندر ریلوے پتھروں کے درمیان آپ کا مزار ہے جسپر ہر وقت ایک شامیانہ تبا رہتا ہے اور رات کو روشنی بھی ہوتی ہے - ریلوے کے اہل کار شمع جلاتے ہیں، عود سلگاتے ہیں اور بہت احترام کرتے ہیں کہ عام اعتقاد ہے کہ کوئی بے حرمتی کرے تو فوراً سزا پاتا ہے -

کیا حماقت ہے کہ اس محلہ کو انگریزی میں فول بڑیہ لکھا جاتا ہے - یہ مینوسپیلتی کی ستم ظریفی ہے اور باشندے چونکہ اہل الجنة ہیں اسلئے خاموش ہیں کہ راستے کی تختی پر بھی

Fulbaria Road درج ہے •

مزار لال شاہ رحمۃ اللہ

عبد الغنی نام تھا - پرانی مغل ٹولی کے رہنے والے تھے - سر سے لیکر پاؤں تک لال کپڑے پہنتے تھے اسلئے لوگ لال شاہ کہتے تھے ' مناھل اور صاحب اولاد تھے - بڑے صاحب کشف تھے اور باتیں بہت مزیدار کرتے تھے - اکثر داکشامین خان بہادر خواجہ محمد اعظم صاحب کے یہاں رہتے تھے مگر انتقال سے ایک ہفتہ پہلے ڈاکٹر غلام سرور مرحوم کے یہاں آگئے اور یہیں انتقال کیا - ڈاکٹر صاحب مرحوم کے مکان میں اونکی قبر ہے جو چاند خان لیں میں ہے - سنہ ۱۹۱۱ ہجری میں رحلت ہوئی •

مزار شاہ صدیق علیہ الرحمة

محلہ صدیق بازار میں جسے جہلا شہی بازار کہتے ہیں راستہ کے اتر جانب کہلے آسمان کے نیچے آپکا مزار ہے - آپ ہی کے نام سے یہ محلہ آباد ہوا ہے - اس سے زیادہ حال معلوم نہیں مگر اتنا کہا جاسکتا ہے کہ آپ ابتداء سے عہد مغلیہ کے کوئی بزرگ ہیں •

مزار شاہ ظریف علیہ الرحمة

نیم تلی کے کٹھرے کے ذرا مغرب سڑک کے دکن کنارے ایک چار دیواری کے اندر آپکا مزار ہے - لوگ بہت احترام کرتے ہیں - چار دیواری میں روشنی کیلئے کثرت سے طاقین ہیں - آپکا عہد کب تھا معلوم نہیں ہوا مگر یہ جگہ پہلے باغ موسیٰ خان کہلاتی تھی ' اسلئے خیال ہوتا ہے کہ عالم گیری عہد کے کوئی بزرگ

ہوں کہ چار دیواری کی ایتھن جعفری ہیں اور یہ اخیر عہد
عالم گیری میں زیادہ مروج ہوئیں ہیں •

مزار چراغ علی شالا رحمۃ اللہ

اس شہر کے باشندے چراغ علی شالا نامی ایک فقیر اطراف
بگداسا میں ۶۰ - ۶۵ برس پہلے رہتے تھے - مجرد تھے - کسیکو مرید
نہیں کرتے تھے - لوگ اونکو مستجاب الدعوات سمجھتے تھے -
انکا مزار محلہ شمس آباد میں بزقصابوں کے مذبح کے سامنے ہے -
اب ان لوگوں نے تین شید ڈال دیا ہے - قصاب برادری انکی بہت
احترام کرتی ہے •

مزار دودو میان مغفور

اصل نام مولوی محسن الدین احمد اور دودو میان عرف تھا -
مشہور فرقہ فرائضی کے بانی حاجی شریعت اللہ مرحوم کے
فرزند تھے - حاجی شریعت اللہ حج کرنے گئے تو حضرات شیخ-م
سنوسی جیسے لوگوں سے متاثر آئے - انہوں نے نیل کے تاجروں
سے ملک و ملت کو بچانے کیلئے یہ تحریک چلائی اور انکے صاحب
زادے دودو میان نے اس تحریک کو بڑا زور پہونچایا - یہ حضرات
اصل باشندے فرید پور کے بہادر پور گاؤں کے تھے اور کھاتے پینے
خوش حال لوگ تھے - چونکہ نیل کے تاجر سب کے سب
فرنگی تھے اسلئے ان حضرات کو مسلمانوں میں بدنام کرنے کیلئے
وہابی مشہور کر دیا گیا - ورنہ یہ لوگ عملاً سخت حنفی ہیں
اور مولانا کرامت علی جوہر پوری مرحوم کے مشہور مخالف •
ہنگال میں سب سے پہلے انگریزوں کے خلاف یہی تحریک پیدا

ہوئی اور اسنے کم از کم اتنا تو کیا کہ یورپین تاجران نیل کو بنگال سے نکال باہر کیا - اس تحریک کا حال انسکلوپیڈیا اف اسلام میں آپ پڑہ سکتے ہیں مگر وہ بھی ناقص ہے اور ضرورت ہے کہ اس تحریک کی مالا و ما علیہا پر اچھی طرح لکھا جائے •

انکی قبر محلہ مقیم بازار میں اپنے مکان میں ہے - اب یہ مکان کرایہ پر چلتا ہے - فبریں الگ احاطہ میں ہیں - ایک قبر دودو میاں کی ہے اور دوسری اونکی بیوی کی - تاریخ وفات دودو میاں صاحب ۶ ربیع الاول سنہ ۱۲۷۸ ہجری ہے - اونکی اہلیہ کا انتقال بعد میں ہوا - حضرت آزاد مغفور نے تاریخ فرمائی ہے •

محسن دین نبی دودو میاں آنکہ بود
برسر جم غفیر حکم مطاعش روان
شد چو ز دار الفنا راھے ملک بقا
معتقدانش شدند چون رمئے بے شبان
هاتف غیب این چنین سال رحلتش بگفت
عارف حق نیکدل عالم جفت مکان

مزار در بگدا سا

چودھری غلام ستار صاحب کے باہر والے مکان کے احاطہ میں ایک محوطہ کے اندر مزار ہے - محلہ کے لوگ بہت احترام کرتے ہیں - چودھری صاحب ممدوح نے حفاظت کا سامان کر دیا ہے - پتہ نہیں کسکا مزار ہے •

مزار حضرت چشتی بہشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپکا مزار موجودہ انٹرمیڈیٹ کالج کے بلڈنگ کے متصل جانب مشرق ایک بنگلہ نما گنبد کے اندر ہے۔ جب صوبہ مشرقی بنگال و آسام قائم ہوا۔ تو یہ بلڈنگ لفٹننٹ گورنر کے کیلئے بنایا گیا تھا مگر جب لفٹننٹ گورنر نے اسے ناپسند کیا تو صوبہ کی کونسل کا اجلاس یہاں ہونے لگا، پھر جب تقسیم بنگال کی تسخیم ہو گئی اور ڈھا کہ پنورستی قائم ہوئی تو یہ مکان ڈھا کہ انٹرمیڈیٹ کالج کو مل گیا •

اس عالیشان مکان کی تعمیر کے زمانے میں سرکاری تجویز تھی کہ یہ گنبد منہدم کر دیا جائے۔ قاضی رضی الدین احمد مرحوم کی قیادت میں مسلمانوں نے ایجنشن کیا اور اس شرط کے ساتھ یہ گنبد انہدام سے بچ گیا کہ مسلمان زیارت کیلئے تو خاص دنوں میں یہاں جاسکتے ہیں لیکن مرمت کا اختیار انکو نہیں رہیگا۔ اور اس گنبد کے چاروں طرف اسطرح پیڑ لگا دئے گئے کہ مزار چھپ جائے اور درختوں کا سایہ اور بارش کی رطوبت سے یہ مکان فدرۃً گر جائے مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ مزار باوجود ان سامانوں کے اب تک بلا مرمت قائم ہے اور جس غرض سے یہ عظیم الشان مکان بنایا تھا وہ ایکدن کیلئے بھی پوری نہیں ہوئی بلکہ کوئی بھی یہاں مستقلاً نہیں رہ سکا چنانچہ کونسل ہاوس بنا تو وہ صوبہ گردی میں ختم ہو گیا۔ انٹرمیڈیٹ اینڈ سکندری ایجوکیشنل بورڈ کا آفس بنا تو وہ منتقل ہو گیا۔ پھر کالج کی جگہ

فوجی اسپتال بنا اب سفتے ہیں مڈیکل کالج بنیگا - تلک ندا ولہا
الایام بین الناس •

یہ جگہ پہلے محلہ چشتیان کہلاتا تھا اور مسلمانوں کی خاصی آبادی تھی - جب نیا رمنہ بنا تو یہ محلہ اور دوسرا ہمسایہ محلہ شجاعت پور ویران کر دیا گیا اگرچہ حاجی شہباز کی مسجد کے ساتھ دو چار گھر مسلمانوں کا پھر بھی رہ گیا تھا - ساتھ برس ہوئے اس مزار کی ایک بار موہنی بابو تھاکہ کے مشہور زمیندار نے مرمت کرا دی تھی - مگر اب بالکل بے مرمت ہے - ان حضرت کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں لیکن خیال ہوتا کہ یہ نواب علاء الدین اسلام خان چشتی کے کوئی قرابت دار یا ساتھ والے ہونگے کہ اوسی عہد میں بنکلمہ نما گنبدوں کا رواج زیادہ تر تھا اور یہی قدیم طرز تعمیر ہے - یزار وینڈرک بہ *

مزار نامعلوم در مالی ٹولہ

محلہ پرانی مغل ٹولی اور مالی ٹولہ اسطرح اب مدغم ہیں کہ الگ کرنا دشوار ہو گیا ہے - بہر حال نعمت اللہ استاگار

شہر میں دو مغل ٹولی ہے - ایک یہ مغل ٹولی جہاں شاید کچھ مغل گہرائے کبھی بستے ہوں آج انکا نام و نشان باقی نہیں اور دوسری مغل ٹولی چوک سے پورب جو راستہ جاتا ہے اوسکا مغربی حصہ امام گنج کے موڑ تک مغل ٹولی کہلاتا ہے - پہلے میڈوسیپلٹی کی تاریخ پروری نے اس سڑک کو متفورڈ روڈ بنایا اب میر عطا کی گلی سے چوک تک یہ سڑک بیرن چندر ہوس کے نام سے نام زد ہے مگر یہاں کے تمام دکاندار اور باشندے اسکو مغل ٹولی

کی مسجد جو سڑک کے کنارے ہے اوسکے دکھن ایک اونچی پکی قبر نظر آتی ہے۔ قبر بہت پرانی ہے کہ محلہ کے بدھے لوگوں نے بھی کہا کہ اونکے باپ دادوں نے بھی یہ قبر ایسی ہی دیکھی ہے اور اونکو بھی معلوم تہ تھا کہ یہ قبر کن کی ہے اور معلوم کیوں اور کس طرح ہو کہ یہاں کی تمام آبادی ۱۷۷۰ع کے قحط میں آنہ بسی ہے اور جو محلہ مغلوں کا تھا وہ در حقیقت کہاں تھا منعین کرنا کوہ گندس و کالہ بر آورس ہے •

گنبد حاجی شہباز مغفور

رمضہ کے دکھن جانب مزار حضرت جشتی بہشتی کے پچہم ایک سہ گنبدی شاندار مسجد کے صحن میں ایک خوبصورت گنبد میں یہ قبر ہے۔ خواجہ شہباز نے مسجد سنہ ۱۰۸۹ ہجری میں بنائی (مسجد کی پوری تفصیل رسالہ مساجد دہاکہ میں دیکھئے) یہ گنبد ۲۶ فیت مربع ہے۔ گنبد میں صرف ایک ہی قبر ہے مسجد پر تاریخ ہے مگر اس گنبد پر کوئی تاریخ نہیں۔ ظاہر ہے کہ سنہ ۱۰۸۹ ہجری کے بعد ہی بنا ہوگا۔ میں نے اڑکپن میں یہاں ایک مختصر آبادی مسلمانوں کی دیکھی تھی •

قبر موسیٰ خان مرحوم

دیوان بازار کی سہ گنبدی مسجد جو فی الحال ڈھاکہ ہال کے احاطہ میں ہے یہ جگہ پچلے باغ موسیٰ خان کہلاتی تھی۔ یہ مسجد ہی کہتے ہیں۔ مغل ٹولی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بساط خانہ کا کاربار مغل لوگ کرتے تھے اسلئے یہ دکانیں بھی مغلیہ دکان کہلاتی تھیں اور اسی تقریب سے یہ راستہ مغل ٹولی کہلاتا تھا •

بہی دیوان موسیٰ خان کی ہے - موسیٰ خان، عیسیٰ خان مسند عالی کے بیٹے تھے - انہیں کے بیٹے تھے منور خان جنکے نام سے نواب پورہ سے پورب ایک مشہور محلہ بازار منور خان کے نام سے تھا جسکا نام آج میونسپلٹی کی بد مذاقی سے بدل گیا ہے - مسجد کے پورب اتر ایک اونچی سی قبر ہے - یہی موسیٰ خان کی قبر ہے جو لوگ اسے مظہر علی خان کی قبر بتلاتے ہیں غلطی کرتے ہیں *

قبر ڈپٹی محمد کاظم مرحوم

محلہ بگداسا میں بالمقابل مکان اندوراے ڈپٹی محمد کاظم کا بڑا مکان تھا اب وراثت میں قطعہ قطعہ ہو کر بت گیا ہے - ایک حصہ میں اونکی پکی قبر ہے - ابھی اونکے ورثہ موجود ہیں •

شاکا سید محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

آپکا مزار ڈپرہی آفا نقی میں ہے - آپ اصلاً حسین آباد ضلع گیا کے باشندے تھے - عربی، فارسی، انگریزی تحصیل کر کے سرکاری ملازمت کرتے تھے، صوفی اور تصوف کے بہت منکر تھے کہ اچانک داعیہ حق پیدا ہوا اور سلسلہ قادریہ میں منسلک ہو کر کمال حاصل فرمایا - آپ چند واسطوں سے امام شعبی ابن حضرت منعم پاک باز قدسہ کے بھانجے تھے - اسلئے ابو العلائیت کی طرف کشش غالب رہی اور اس سلسلہ سے نسبت عالیہ حاصل ہوئی - آپ مدتوں سے ڈھا کہ میں اسی محلہ مذکورہ میں مقیم تھے بلکہ نوطی اختیار فرما لیا تھا اور طالبان حق کو خدا کا راستہ بتلاتے

رہے - کچھ دن بیمار رہ کر بتاريخ ۲۸ جمادی الاول سنہ ۱۲۶۲ھ شب دوشنبہ مسکراتے ہوئے جان جان آفرین کو سپرد فرمائی اور اپنے خانقاہ مذمعیہ ابو العالیہ کے معاذی سڑک کے مشرق مدفون ہوئے -

آپ صاحب تصانیف تھے - دو کتابیں تصوف میں اور ایک مکمل دیوان غیر مطبوعہ یادگار رکھ گئے - آپ کے صاحب زادہ مولوی سید شاہ محمد فاروق صاحب آپ کے سجادۂ نشین اور الولد سر لایہ کے مصداق ہیں - اللہ سلامت با کرامت رکھے •

شاہ ہینگن رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار مغ بازار روڈ پر مغنور روڈ کے سرے کے پار راستے سے درا ہٹ کر اینٹوں کی تھیرکی شکل میں نظر آتا ہے - یہ جو اس مزار کے ذرا پورب ایک گنبد کی ایک مسجد مومت شدہ موجود ہے یہ انہیں شاہ ہینگن کی بنوائی ہوئی ہے - مسجد کی طرز تعمیر شاہد ہے کہ یہ پٹھانی عہد کی یادگار ہے اسلئے یہ کہنا نامناسب نہیں کہ شاہ ہینگن بھی اسی عہد کے ہونگے - ادھر بہت قریب قریب مسجدیں ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کبھی خاصی آبادی ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ کوئی بڑی آبادی عہد مغلیہ میں یہاں نہیں تھی - واللہ اعلم •

جنت والی فقیرنی کی قبر

رمنہ کے احاطہ میں میمنسنگہ روڈ کے پورب موجودہ انٹر میڈیٹ کالج کے احاطہ میں ایک بہت اونچی قبر نظر آتی ہے جو دیوار کے باہر بنائی گئی ہے -

اب اس فبر کا حال سنئے - یہاں ایک ہندو جت والی عورت ایک مرد کے ساتھ رہتی تھی - بکرے پالتی تھی اور گانجہ پیتی پلاتی تھی - یہاں اوسنے ایک جھوپڑا ڈال لیا تھا - مرد کے مر جانے کے بعد شہر کے بے قید لوگوں کا مجمع بہت ہونے لگا - جب وہ مری تو اوسکو وہیں گاڑ دیا گیا اور ایک کچی قبر بنادی گئی مگر یاروں نے یہاں کچھ زمین گھیر کر ایک اڈا بنالیا جب پارٹیشن ان بنگال ہوا اور یہاں گورنمنٹ ہاؤس کی تجویز ہوئی تو P. W. D. نے آٹھ سو روپیہ دیکر ان حضرات سے یہ زمین لیلی اور اسپر اپنے انتظام اور طبیعت داری سے ایک نئے قسم کی قبر بنادی - مگر چونکہ اس فقیرنی کو دیکھنے والے اب تک بہت ہیں اسلئے اس سرکاری قبر کو پوجنے والے پیدا نہیں ہو سکے •

یہ یاد رکھئے کہ یہ فقیرنی ذات سے باہر ہو چکی تھی اسلئے کوئی ہندو اسکے کریا کرم کیلئے نہیں آیا ناچار اوسکے گانجہ کے مسلمان ساتھیوں نے اوسکو یہیں سپرد زمین کر کے حق دوستی ادا کیا اور حق اس دوستی کا معاوضہ میں آٹھ سو روپہ بھی وصول ہوا •

مزار گمنام

یہ مزار مہاتر ٹولی والوں کے قبرستان میں چٹوں کے پیڑ کے سایہ میں ہے - لوگ بہت احترام کرتے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کسی قبر ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اس محلے میں پہلے کوئی بڑا قبرستان تھا کہ آج بھی ادھر ادھر قبریں نظر آتی ہیں چنانچہ مرحوم مرزا گوھر علی صاحب گوھر کے مکان کے پشت پر بھی ایک ہکی قبر موجود ہے خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ کسی قبر ہے •

وارڈ نمبر ۵ کا مختصر حال اور اوسکے مزارات

اس وارڈ کا حدود اربع حسب ذیل ہے :— پورب طرف وارڈ نمبر ۲ اور وارڈ نمبر ۱ کی سرحدیں - پچھم جانب چوک سرکار روڈ جیل روڈ، دیوان بازار روڈ تا میمنسنگہ روڈ - دکھن سمت دریائے بونہی گنگا - اتر جانب ابوالکسفات روڈ •

یہ سب سے چھوٹا وارڈ ہے لیکن بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہاں ہندو مسلمان شرفا کی بڑی آبادی ہے - ہندو صرف دو تین محلے میں رہتے ہیں اور اکثر آبادی مسلمانوں کی ہے - اس وارڈ میں پٹھانوں کے وقت کی کوئی یادگار نہیں ہے - قدیم محلے آقا نواب کی ڈیوڑھی، بچھرام کی ڈیوڑھی، بیگم بازار، نیا بازار چھوٹا کٹرہ، مقیم کٹرہ، بنگسی بازار، امام گنج، ارمئی تولہ ہیں - پچھلے مخلوط آبادی بہت تھی - اب ہندو مسلمان اکثر الگ الگ محلوں میں رہتے ہیں - اس وارڈ کی یہ خصوصیت عجیب ہے کہ کوئی راستہ مشکل سے ایسا ملیگا جو دکانوں سے خالی ہو - بہت آباد وارڈ ہے - اس وارڈ کی زبان اندر باہر مسلمانوں میں اردو ہے بلکہ کچھ ہندو بھی اندر باہر اردو ہی بولتے ہیں - محلہ بچھرام کی ڈیوڑھی میں دو مرقع عالم مصور کے بنایا ہوا محفوظ ہے جو پچھلے محلہ چھوٹے کٹرہ کا ملک تھا - مستعار لیا گیا تو پھر واپس نہیں آیا - یہ مرقع محرم کے زمانے میں نمائش میں رکھا جاتا ہے، تاریخی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کے قابل چیز ہے •

مزار شاعہ حسین علیہ الرحمۃ

آپ اس ملک کے باشندے نہیں تھے - مرزا غلام پیر کے یہاں
 رہتے تھے - مرزا صاحب نے سنہ ۱۲۸۳ھ ہجری میں رحلت کی -
 اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شاعہ صاحب نے سنہ ۱۲۸۳ھ ہجری سے
 پہلے انتقال کیا ہے - انکا مزار بیگم بازار کی بڑی مسجد کے اتر متصل
 و ملحق ہے - یہ اضافہ بھی مسجد کے ساتھ مرزا صاحب مرحوم
 ہی نے فرمایا تھا - اور مزار بھی اونہیں کا بنوایا ہوا ہے -
 یہ جو محرم کے زمانے میں اس مزار کے ساتھ لال سبز نشان
 کہترے کیئے جاتے ہیں - یہ ایک جدت طرازی ہے جو لادلی
 بیگم کے وقت سے شروع ہوئی ہے - لادلی بیگم کا مختصر حال
 رسالہ مساجد ڈھاکہ میں دیکھئے •

مزار قدیم در قبرستان نواب صاحبان

خاندان خواجگان کے دو قبرستان ہیں - ایک میں عام افراد
 خاندان دفن ہوتے ہیں اور دوسرے میں خاص افراد کہ مرنے کے
 بعد بھی امتیاز قائم رہے - قبرستان خالص میں دروازہ سے گھسٹے
 ہوئے پورب جانب پرانی ایڈنوں کی ایک اونچسی قبر ہے -
 سب لوگ بہت احترام کرتے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ یہ
 کسی قبر ہے - اس قبرستان میں نواب سر عبد الغنی، نواب سر
 احسن اللہ، نواب سر سلیم اللہ وغیرہم مدفون ہیں - غفر اللہ لہم •

گنبد بی بی چنپا

چھوٹا کٹھرہ بالکل مربع عمارت ہے - ہر ضلع یک منزلہ ہے جس
 میں متعدد کوٹھریاں ہیں - ایک دروازہ دریا کے طرف اور ایک

شہر کے طرف ہے ۔ دونوں دروازے دو دو منزل کے ہیں ۔ بیچ میدان میں ایک گنبد موجود ہے جس میں ایک قبر تھی جسے بیلو بابا نام ایک کرسچن نے جب اوسنے فیلام میں یہ کٹھرہ خریدا تھا تعویذ اکھاڑ کر پھینک کر اتنا گھر بنالیا ۔ میں نے لڑکپن میں یہاں مسطح صحن ہی دیکھا ہے ۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں اتول سین نامی ایک شخص نے جو یہاں رہتے تھے اور لوہے کا بڑا کارخانہ اونہوں نے بنایا تھا پھر اس صحن پر ایک قبر بنوائی ۔ ابھی ایک نیم پاگل شخص یہاں رہتا ہے ۔

اس کٹھرہ کو چھوٹا کٹھرہ اسلئے کہتے ہیں کہ یہ بڑا کٹھرہ سے چھوٹا ہے ۔ بی بی چنپا کون تھیں ؟ محلہ والوں کا قول ہے کہ بی بی چنپا نواب شایستہ خان کی کوئی خواص تھی ۔ مگر مسٹر رینکیس نے لکھا ہے کہ وہ شایستہ خان کی بیٹی تھیں ۔

مسٹر رینکیس کی تحریر مبنی ہے محض افواہ پر ۔ وہ بذات خود اچھے آدمی تھے ۔ مگر اونکی عادت تھی کہ سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر لیتے تھے ۔ اونکو معلوم نہیں کہ چنپا یا گلاب بیگم کا نام نہیں ہوتا ہے ۔ ایسے نام باندیوں کے ہوتے ہیں ۔ مسٹر رینکیس نے اسکا بھی ذکر کیا ہے کہ قہاکہ میں ایک خاندان کے پاس جو شایستہ خان کی اولاد ہونے کا دعویٰ دار ہے ۔ شایستہ خان کا ایک وصیت نامہ بھی ہے ۔ اس پر ایک مضمون خان بہادر سید عبد اللطیف مرحوم نے ہسٹریکل کونفرنس میں پڑھا بھی تھا ۔ میں نے یہ وصیت نامہ پڑھا تو مجھے حیرت ہوئی کہ کوئی لکھا پڑھا شخص ایسا غیر ذمہ دارانہ مضمون کیونکر لکھ سکتا ہے

اور پھر میں نے اوسی کفنرس کی ایک اجلاس میں ایک تردیدی مضمون لکھا جس میں یہ ثابت کر دیا گیا کہ یہ وصیت نامہ جعلی ہے کہ اسکی زبان غلط ہے - گواہوں میں متعدد نام ایسے ہیں جو تاریخ تحریر وصیت نامہ کے بہت پہلے مر چکے تھے - کچھ نام ایسے ہیں جو اس زمانہ میں آگرہ سے جہاں یہ وصیت نامہ لکھا گیا ہے ہزاروں میل دور تھے - اس وصیت نامہ میں ایسی جگہ کا بھی ذکر ہے جو تحریر وصیت نامہ کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھی اور نہ وہاں شایستہ خان کی تعمیر کردہ کوئی عمارت ہے - غرضکہ کچھ لوگوں کا دستور ہے کہ ہر عمارت کو شایستہ خان کی تعمیر بتلاتے ہیں اور ہر گنبد والی قبر کو شایستہ خان کی کسی بیٹی کی قبر کہتے ہیں - مسٹر ریڈکیں انہیں لوگوں سے روایت کرتے تھے اور سنی سنائی باتوں کو تاریخ کا درجہ دیتے تھے •

یاد رکھئے کہ نیم تلی، بادام تلی اور پاکیزہ تلی کی طرح شاید یہاں کبھی کوئی پیڑ چنپا کا ہو اور اس وجہ سے اس جگہ کو چنپا تلی کہتے ہوں اور جن لوگوں نے چنپا کا وہ پیڑ نہیں دیکھا ناسمجھی سے صاحب مزار کا نام ہی چنپا رکھ دیا مگر محلہ چنپا تلی آج بھی کٹہرہ سے باہر موجود ہے •

مزار کشمیری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محلہ بچہرام کی ڈیوڑھی میں ایک خوبصورت اور حسین گنبد کے اندر آپ آسودہ ہیں - اسم مبارک سید محمد یوسف تھا - آپ کشمیر کے صحیح النسب سادات میں سے تھے - سب سے پہلے سید شاہ

نور الحق صاحب یہاں آئے جو اسی خاندان کے خلیفہ تھے - پھر آپ آئے - آپنے مولوی عبد اللہ صدر الصدور مرحوم کی صاحبزادی سے عقد فرمایا اور یہیں بس گئے - سلسلہ قادریہ کے صاحب ارشاد تھے نہایت خلیق اور متواضع بزرگ تھے - مجھپر بھی توجہ مبذول تھی - بتاریخ یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۵۹ ہجری آپ نے رحلت فرمائی - مولوی ابو جعفر عرف نابالغ میان کے انتظام اور تجویز سے بہت شاندار اور خوبصورت روضہ بنا ہے - متوسلین اور صاحبزادوں سے عرض معروض کے بعد باوجود وعدہ کسی صاحب نے حالات خاندانی و تفصیل سلسلہ کا پتہ نہیں دیا اسکی مصلحت دھی لوگ سمجھ سکتے ہیں -

حضرت سید شاہ نور الحق کا وصال اپنے وطن میں ہوا - یہاں مکانہ فرید آباد میں اونکا ایک چلہ گاہ ہے جو آستانہ کہلاتا ہے - مسجد کے پورب ایک خطیرہ میں مولوی محمد ناظم مرحوم کی قبر ہے - یہ اسی شہر میں صدر اعلیٰ تھے - بڑے جزورس عالم زیرک اور عالی دماغ شخص تھے - اونکے وارث موجود ہیں - اور مولوی عبد اللہ مرحوم اور اونکے صاحبزادگان بھی یہیں مدفون ہیں -

ایک مصنوعی قبر

یہ قبر مکانی مقبرہ آفا نواب سڑک کے پیچہم جانب ہے - جہاں اب ایک مجاور بھی نظر آتا ہے اور شامیانہ بھی لگا رہتا ہے - تقریباً ۴۵ برس ہوئے ایک صاحب نے اسلئے رات بھر میں یہ قبر بنادی کہ اسکے پہلو کی زمین اس زمین سمیت ایک شراب والے

لے لے لی تھی - یہ قبر دیکھ کر اوسنے اسطرف کی زمین چھوڑ دی - میں اوں صاحب کو بھی جانتا ہوں جنہوں نے یہ تدبیر کی تھی - ایسی نظیریں اور بھی موجود ہیں - مثلاً چوکہ سرکلر روڈ کی ایک دکان اور اوسکے پچھواڑے آنگن میں تین قبریں ایک زمانہ میں بنائی گئی تھیں جبکہ مالک زمین کو یہ اندیشہ ہوا تھا کہ یہ زمین چوک سیکشن بنائے کیلئے پولس لے رہی ہے - ابھی کچھ دن ہوئے کہ چاند خان کے پل میں بھی اسی طرح ایک قبر بنائی گئی تھی -

مزار گمنام در قبرستان لنگر خانہ

لنگر خانہ کی مسجد کے دکھن جانب ایک معوطہ قبرستان ہے جس میں مرزا غلام پیر، آقا عبد العلی، آقا شجاعت علی، آقا احمد علی احمد، مولوی نصیر الدین حیدر سامی، سید محمود آزاد اور بہت سے اکابر دفن ہیں - اسکے دکھن ایک گلی کے بعد ایک اور معوطہ ہے اسمیں ایک پکی قبر ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں یہ قبر شاہ ابو سعید مغفور کی ہے مگر میں نے تاریخ دہاکہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اونکی قبر بابو بازار کی مسجد کے ساتھ الگ گنبد میں ہے - یہ محلہ ال ابو سعید لکھا جاتا ہے - بہر حال اس قبر کی بہت احترام کرتے ہیں مگر صحیح طرح کوئی بھی نہیں جانتا کہ کون صاحب یہاں آسودہ ہیں •

ایک عجیب و غریب قبر

حکیم حبیب الرحمن روڈ اور چنپا تلی روڈ کے متعلق عام روایت ہے کہ یہ دونوں محلے پچلے قبرستان تھے - یہ روایت

بظاہر کچھ صحیح معلوم ہوتی ہے کہ میں نے بھی لڑکپن میں ادھر اودھر پکی قبریں بہت دیکھی تھیں - ظاہر ہے کہ مرشد قلی خان کے جانے اور ڈھاکہ کی ویرانی کے زمانے میں یہاں لوگوں نے اپنا اپنا ہزار بنایا ہوگا پھر جب یہ سرکاری زمینیں فروخت ہوئیں تو لوگوں نے اسے آباد کر لیا مگر مجھے موثق ذریعہ سے معلوم ہے کہ ۱۳ نمبر حکیم حبیب الرحمن روڈ میں ستر آسی برس پہلے تک ایک قبر نظر آتی تھی جسپر موتی سلاخوں کی ایک کھڑکی تھی - اب یہ قبر تقریباً ۸ فٹ مٹی کے نیچے جا چکی ہے اور لوگوں نے اسپر مکان بنا لیا ہے -

بہت لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ قبر کسکی تھی ؟ اسکا دواہی جواب دیا جاسکتا ہے : ایک یہ کہ دین الہی اکبر شاہی کا کوئی پیرو ڈھاکہ میں فوت ہوا ہوگا جسکو اسطرح مٹی دی گئی کہ نیر اعظم کی روشنی اوس تک پہونچتی رہے - کیونکہ جہانگیر کیوقت تک اس دین اکبر شاہی کے پیرو موجود تھے - دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں کوئی پارسی مرا ہو اور چونکہ یہاں دُخمہ نہیں تھا اسلئے اسطرح اوسکی قبر بنا دی گئی کہ آفتاب کی روشنی پہونچتی رہے اور فاش گل سڑ کر خاک میں مل جائے •

میرا رجحان دوسرے جواب کی طرف ہے کہ یہاں اور پٹنے میں بھی پارسیوں کی ایک مختصر آبادی تھی چنانچہ قلعہ اورنگ آباد کے پشت پر اونکا ایک آتش خانہ بھی تھا یہ کوئی ۲۰ برس ہوئے کہہ دیا گیا ہے مگر اب تک راستے پر 'آتش خانہ' کی تختی

لمی ہوئی ہے - اتر جانب جو کوچہ ہے وہ آتش خانہ روڈ
ہی کہلاتا ہے اسکی عمارت بھی بالکل بمبئی کے آتش خانوں
کی سی تھی - یہاں کبھی کوئی دھمہ تھا یہ کسیکو معلوم نہیں
اسلئے دھمہ کی غیر موجودگی میں نعرش کو اس طرح گار لینا
گوہا دھمہ کی قائم مقامی ہے •

وارڈ نمبر ۶ کا مختصر حال اور اُسکے مزارات

پورب طرف چوک سرکلر روڈ تا میمنسنگہ روڈ - پیچہم
لال باغ تا میرپور روڈ - دکھن جانب دریائے برہمہ گنگا
اثر بابو پورہ •

وارڈ نمبر ۵ اور یہ وارڈ دونوں اسلامی تمدن و معاشرت کے مرکز
ہیں - اسی وارڈ میں چوک ہے جسے پہلے نواب مرشد قلی خاں
ٹائی نے سنہ ۱۱۱۴ھ ہجری میں بنوایا تھا جسکی تاریخ کا کتبہ
کلکتہ میوزیم میں رکھا ہوا ہے - یہ بہت خوشخط کتبہ ہے -
یہ کتبہ ڈھاکہ سے کلکتہ پہونچا ہے - گورنمنٹ نے اوسکی نقل
چھاپ دی ہے - ملاحظہ ہو :-

بدور محمد شہ داد گر + دکانیں چوک جہانگیر نگر
بنا کرد مرشد قلی خاں و گفت + بما ناد از مادرین چوک اثر
۱۱۱۴ھ ہجری

پھر مدتوں کے بعد اس چوک کو از سر نو مستر والٹر نے بنایا
والٹر کی دوسری یادگار لوہے کا پل تھا جو سنہ ۱۸۳۰ء بنایا تھا۔ اس
چوک کو فواب شائستہ خان سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ یہاں دستور
ہے کہ فرشہ جب بیابا کرنے لگیں کے یہاں جاتا ہے تو پوری برات
چوک کا کم از کم ایک چکر ضرور لگاتی ہے۔ خواہ برات عالم گنج
سے آئے اور خواہ ہزاری باغ سے، مگر یہ ہونا ضرور ہے۔

اس واردۂ میں پٹھانوں کی ایک بڑی یادگار تھی اور اب بھی
اوسکے کچھ آثار باقی ہیں یعنی قلعہ قدیم جو ٹھیک اوسے جگہ تھی
جہاں آج جیل خانہ اور اسکے ملحقات ہیں۔ ایک عظیم الشان تالاب جو
چاروں طرف سے پشتہ بند ہے اوسکے آثار میں موجود ہے۔ اور محکمہ
گرد قلعہ، محکمہ اردو، پورب دروازہ یہ بھی اوسے کے آثار ہیں اسی
قلعے کا ایک دروازہ کو شائستہ خان نے چانول کے بیحد گرائی
(روپیہ میں درمن) کی یادگار میں چنوا دیا تھا۔ اسی وارڈ
میں شہر کی سب سے بلند عمارت بڑا کٹھرا اور ہندوؤں کا بہت
مقبول مندر ڈھاکہ لیشوری ہے۔ یہ مندر عہد مغلیہ میں تعمیر ہوا
ہے۔ زیادہ قدامت کی کوئی مضبوط دلیل اب تک نظر نہیں آئی۔
رقبہ کے لحاظ سے اگرچہ یہ بڑا وارد نہیں ہے مگر ہر حیثیت سے
بہت اہم وارڈ ہے کہ اسی وارد میں ڈھاکہ یئورسٹی، انجینئرنگ
کالج، مڈیکل کالج ہے اور اس کے علاوہ یہ تجارت کی بڑی مذنی
ہے۔ نمبر ۵ اور نمبر ۶ کے لوگ اپنے عادات، اطوار، لباس
پوشاک، طور طریقے اور چال چلن شادی غمی، رسمات، بول چال
اور زبان بیان سے صاف معلوم ہوتے ہیں کہ یہ اخلاف ہیں ان

اسلاف کے جو بالائی ہند سے یہاں آئے تھے - یہاں کے سارے محلے قدیم ہیں مگر اب قدیم نام آہستہ آہستہ غائب ہو رہے ہیں - خواجہ دیوان، خواجہ دھرنی دھر، خواجہ دلیپ سنگھ، چاندنی گھاٹ، باغ بزرگ امید خان، اردو بازار، بخشی بازار، دیوان بازار، نکیٹہ باغ کنول دہ، ٹانٹ خانہ، اور چاندی خانہ زیادہ مشہور ہیں - مگر ان میں کئی محلے گمنام ہو چکے اور کچھ عنقریب مٹ جائیں گے یعنی نئے نام سے پکارے جائیں گے *

پاکہرتلی سے لیکر قلعہ اورنگ آباد (۷ نمبر وارڈ) تک بوڑھی گنگا پر شائستہ خان نے ایک بند بندھوایا تھا جو پشتہ کہلاتا تھا - اس بند کی نشانیاں بابو بازار، امام گنج، سواری گھاٹ، دیبی داس گھاٹ تک تو میرے لڑکپن تک نظر آتی تھیں - اب صرف ایک محلہ پشتہ کہلاتا ہے مگر یہاں کوئی آثار اس بند کے نظر نہیں آتے - سوائے پشتہ اور رحمت گنج کے پورا وارڈ اردو بولتا ہے حتیٰ کہ اکثر ہندو بھی اندر باہر اردو ہی بولتے ہیں *

سزار گمنام

یہ مزار انجینئرنگ اسکول کے دارالاقامتہ کے پشت پر جو سڑک ہے اُسکے پورب ایک کوٹھی کے احاطہ میں ہے جہاں کچھ دن پہلے رمنہ ہسپتال تھا - لوگ اس مزار کی بہت حرمت ملحوظ رکھتے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ یہ کسکی قبر ہے - تقسیم بنگالہ سے پہلے یہ جگہ چوہڑ بازار کہلاتی تھی اور یہاں بھی پرانہ نجاس کی طرح مسلمانوں کا قبرستان عام تھا *

مزار قاری عبد الرحمن جونپوری مرحوم و مغفور

یہ مزار محلہ رحمت گنج کی بڑی مسجد میں ہے - قاری صاحب مرحوم جونپور کے رہنے والے تھے اور مولانا کرامت علی مرحوم اونکو لے تھے - چوک کی مسجد میں جب مدرسہ اسلامیہ کھولا گیا تو قاری صاحب کے ذمے حافظ خانہ اور ناظرہ رکھا گیا - قاری صاحب زندگی بھر لڑکوں کو قرآن پاک پڑھاتے رہے - اونکے کئی شاگرد نامور حافظ تھے جن میں حافظ حبیب الرحمن مرحوم بہت مشہور تھے - بہت لوگوں کو اونسے فیض پہونچا ہے - اونکے پر پوتے اب جلیانی گوڑی میں رہتے ہیں - میری بسم اللہ خوانی بھی اونہیں سے ہوئی تھی - خدا اونکی قبر پر رحمت کا میذہ برسائے •

کیچک مسلمانوں کی قبریں

نواب شائستہ خان نے سندھپ وغیرہ سے جن دریائی ہولاندیز لوٹیروں کو پکڑ کر تیسے گاؤں میں بسایا تھا اون میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے - یہ خاکروبی کا پیشہ کرتے تھے اور مغ بازار اور پنکھاٹولی کے اطراف میں رہتے اور کیچک کہلاتے تھے - انکا کام صرف خاکروبی تھا - میلہ صاف نہیں کرتے تھے مگر کچھ لوگ تاز کا پنکھا بھی بنا کر فروخت کرتے تھے - صرف یہی جماعت ڈھاکہ میں ایسی تھی جو اپنے مردوں کو لحد میں دفن کرتی تھی ورنہ یہاں علی العموم صندوقی قبروں کا رواج ہے - یہ جماعت اپنی الگ پنچاپٹ رکھتی تھی - جہاں کمشنر صاحب کی کوٹھی کے

پاس ۳ گنبد کی ایک وسیع مسجد ہے - چلے یہ جگہ پنکھا ٹولی کہلاتی تھی - اس مسجد کے ذرا آگے ایک دو منزلہ مسجد تھی جو زلزلہ میں گر گئی - مگر اب پھر سے ایک منزلہ بن گئی ہے - اس جگہ بھی یہی لوگ رہتے تھے - یہ سب اردو بولتے تھے - انکا قبرستان عام قبرستان کے ساتھ ایک علیحدہ قطعہ میں پرانا نخاس کے ساتھ تھا - اب پرانا نخاس پنورستی کے احاطہ میں آ گیا ہے - مغربی جنگلہ کے باہر جو کئی پکی قبریں ہیں یہ انہیں کیچک مسلمانوں کی ہیں - اب اونکی آبادی بہت مختصر رہ گئی ہے جو کچھ لوگ ہیں بازار منور خان کے اطراف میں رہتے ہیں •

مزارات آڑوشاہ ساڑوشاہ علیہما الرحمة

ایک چبوترے پر اس نام کی دو قبریں ہیں - ہمارے لڑکپن میں یہ مزارات جنگل میں تھے - یہاں صرف ایک گاہی مسجد تھی - ایک مجاور مسجد اور مزارات کی نگہداشت کرتا تھا وہ بھی صرف جمعرات کو نظر آتا تھا - تقسیم بنگال میں یہ تمام زمین سرکار نے لیلی - مسجد کی زمین اور مسجد مسلمانوں کی غفلت سے ایک شخص نے متولی بنکر اور روپیہ لیکر سرکار کو دیدی - صرف مزارات قائم ہیں اور اب یہاں ڈھاکہ پنورستی کی ایک شاندار کوٹھی بنی ہے جو مسلم ہال کے پروست کی کوٹھی کہلاتی ہے - مزار تک جانے کیلئے ایک پتلی سی گلی چھوڑ دی گئی ہے - مزارات اچھی حالت میں ہیں - حال بالکل معلوم نہیں مگر اسمیں شک نہیں کہ یہ قدیم مزارات ہیں اور ہمیشہ سے ڈھاکے والے احترام کرتے آئے ہیں •

مزار گمفام

نواب زاده خواجہ عتیق اللہ مرحوم کی سکونت گاہ ایفا ڈیل کے پشت پر جو راستہ مغ بازار گیا ہے اس راستہ پر کچھ چلکر اتر جانب ایک کھیت میں ایک پکی قبر ہے ۔ کسی ہے کسی کو معلوم نہیں •

مزار شاہ مومن

غنی میان کے ہاٹ یعنی دیبی داس کے گھاٹ میں خواجہ عہد الغفار اختر مرحوم کی بنوائی ہوئی مسجد کے پورب ایک مختصر محوطہ کے اندر یہ مزار ہے جو مومن شاہ یا شاہ مومن کی طرف منسوب ہے ۔ کالا مجید مرحوم ساکن رحمت گنج اسکا مجاور تھا اور اوسکے باپ دادا بھی مجاوری کا پیشہ کرتے تھے ۔

یاد رکھئے کہ جسے آج رحمت گنج کہتے ہیں وہ پہلے باغ میر مومنا کہلاتا تھا ۔ مومن کا مومنا اور سعید کا سعیدا یہ ایک ایرانی لہجہ ہے ۔ میرے لڑکپن میں بھی یہاں ایک دو گھر ایرانیوں کے تھے ۔ یہ جگہ باغ میر مومنا پہلے کہلاتا تھا یا رحمت گنج اسکا فیصلہ کرنا ابھی میرے بڑے سے باہر ہے ولعل اللہ یکدھ بعد ذلک امرا ۔ انا جاننا ہوں کہ ڈھاگہ کے ایک باشندہ جنکا نام یا خطاب رحمت خان تھا اور وہ کبھی چانگام کے فوجدار بھی تھے ۔ اونسے ایک منشات بنام دستور الانشاء یادگار ہے جو میرے ذخیرہ مخطوطات میں موجود ہے ۔ بڑی دلچسپ کتاب ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی ڈھاگہ کے باشندے تھے کیونکہ انہوں نے اپنے منشات میں ڈھاگہ کو مختلف وجوہ سے دہلی پر ترجیح دی ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ

اولیٰ نام سے یہ محلہ رحمت گنج کہلاتا ہو - (یہ عالم گیر کے زمانے میں تھے) - مگر منشآت رضا حسینی سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ۸۰ برس پہلے بھی یہ رحمت گنج ہی کہلاتا تھا اور یہاں اہل ایران بھی رہتے تھے - یہ بھی ممکن ہے کہ رحمت گنج اور باغ میر مومنا در محلے الگ الگ ہوں اور ملکر اب ایک ہو گئے ہوں - اس محلہ میں سید اشرف علی عرف چمارو میان مرحوم کے مکان کے صحن میں ایک پکی قبر ہے جسکے پہلو میں میرے دوست سید مظفر علی مرحوم ابن سید اشرف علی مرحوم مدفون ہیں - اس پکی قبر سے شاہ مومن کی قبر زیادہ دور نہیں یعنی پچاس گز کا فاصلہ ہوگا - گمان ہوتا ہے کہ یہ قبر بھی کسی ایرانی کی ہے - بہر حال یہ مزار باغ میر مومنا کے بانی کی ہے کہ یہی قرین قیاس ہے مگر اس عہد میں ایرانی سنی نہیں ہوتے تھے لیکن جب تک یقین نہ ہو جائے میں کسیکو شیعہ یا سنی نہیں کہہ سکتا - واللہ اعلم بالصواب •

مزار مکہو شاہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار احاطہ جیل کی پورب دیوار کے متصل ہے کہ دیوار یہاں گہر نگہت کہا گئی ہے - پہلے یہ مزار جیل کے احاطہ کے اندر تھا پھر سرکاری حکم سے باہر کر دیا گیا - یہ یاد رکھئے کہ موجودہ جیل کے اندر کچھ تاریخی یادگاریں آج بھی موجود ہیں کیونکہ یہی پٹھانوں کا قدیم قلعہ تھا جسکا ذکر تاریخوں میں اکثر آتا ہے اور نواب شائستہ خان نے مشہور ارزانی کی یادگار میں جو دروازہ بند کروا دیا تھا وہ اسی قلعہ کا دروازہ تھا جسکی یاد میں اب صرف پورب دروازے

کا نام رکھیا ہے اور اب جہاں گارڈس کوارٹر ہے یہاں ایک عظیم الشان پشتہ بند تالاب ہے - جیل سپرنٹنڈنٹ کے کوٹھی کے احاطہ میں ایک بڑی مسجد ہے جس میں کبھی کتبہ بھی تھا مگر اب تو نہ کوئی جاسکتا ہے نہ نماز ہوسکتی ہے - اس احاطہ میں کنول دہ نامی مشہور تالاب تھا جسکی سیر ساکفان قلعہ کرتے تھے - اس کنول دہ کے بیچوں بیچ ایک سنگی برج تھا - اب سب بے نام و نشان ہو گئے - اس قلعہ کی ایک نشانی اور بھی باقی ہے یعنی جیل کی پچھم دیوار کے بعد جو سڑک ہے وہ گرد قلعہ روت کھلاتی ہے اور ادھر ہی اردو بازار بھی ہے •

بہر حال یہ مزار میرے خیال میں عہد افغانہ کا ہے کہ یہ قلعہ بھی اونہیں کا تھا اور پٹھانوں کا آبائی دستور ہے کہ وہ اپنے ساتھ ایک نہ ایک زندہ یا مردہ پیر ضرور رکھتے ہیں - اور کبھی اسکے خلاف نہیں چلتے - لہذا اس مزار کو نویں صدی ہجری کا سمجھنا چاہئے کہ قلعہ نویں صدی کے ابتدا میں بنا ہے - لوگ اس مزار کا بہت احترام کرتے ہیں اور ہمیشہ صاف ستھرا رکھتے ہیں - واللہ اعلم بالصدق والصواب -

مزار چوک

ڈھاکے کا چوک مرشد قلی خان ثانی نے سنہ ۱۱۱۴ ہجری میں بنایا تھا - اسکا کتبہ کلکتہ میوزیم میں محفوظ ہے - موجودہ چوک مسٹر والٹر مجسٹریٹ ڈھاکہ نے سنہ ۱۸۳۰ ع میں بنوایا ہے یعنی چاروں طرف کمر کمر تک کی دیوار اور ۱۶ دروازے بنوائے تھے - پلے یہاں سے پھر کو دکانیں لگتی تھیں مگر اب تو

سادہ زمیں ہی باقی نہیں ہے - اب مسلمانوں کی مستقل دکانیں جن میں زیادہ تر تھوک فروشی ہوتی ہے یہاں بنگئی ہیں اور پورب اور دکھن سڑک کے کنارے پختہ دو منزلہ عمارتیں بھی طیار ہو گئیں ہیں - بہر حال اس چوک کے بیچ میں ایک قبر نظر آتی ہے - اس قبر کی خصوصیت یہ ہے کہ مرثیہ خوانوں کی جماعت اس کی بہت احترام کرتی ہے -

جیسا کہ معلوم ہے چوک کے بائیں اول مرشد قلی خان ثانی ہیں - جب بیچ چوک میں قبر بنی تو ضرور ہے کہ اولہیں کے کسی عزیز یا دوست کی قبر بنی ہوگی جنکا نام نوری گولہ انداز ہے - شاہ کا لفظ بعد کا اضافہ ہو کر شاہ نوری بن گیا مگر لطیفہ سننے کے قابل یہ ہے کہ مستروالترنے جب چوک دوبارہ تعمیر کی تو اوسکو بیچ بازار میں قبر کا ہونا بہت برا نظر آیا - تو اوسنے قبر کھدوا کر اور صندوق نکلا کر مرزا مٹا کی دیوڑھی میں لیجا کر دفن کروا دیا کہ آج بھی مسجد کے بالمقابل ایک مختصر احاطہ میں وہ قبر موجود ہے اور اسکے ساتھ اور دو قبریں بھی ہیں جنکا ذکر بعد میں ہوگا - مگر والتر کے بعد چوک کے زندہ دلوں نے پھر ایک قبر اوسی جگہ بنا دی اور چاروں کونے پر چار مختصر برج بھی کھڑا کر دیا - اب لوگ جاتے ہیں اور مذت مرادیں مانگتے ہیں - کچھ دن ہوئے پنجاب کے ایک تصوف مآب کچھ روز یہاں معترف تھے اور گانچہ کے ترنگ کے ساتھ قوالی بھی کراتے اور حال قال کی مجلس بھی جماتے تھے - فانا للہ وانا الیہ راجعون - بہر حال یہ ایک جعلی قبر ہے مگر خود شاہ نوری گولہ انداز

کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ وہ سنی تھے یا شیعہ - جب والٹر نے قبر کھدوائی تو تابوت نکلا - یہاں سنیوں میں صندوق یا تابوت کا رواج نہیں ہے - اصلاً تابوت یا صندوق اسلئے استعمال کرتے ہیں کہ جب موقع ملے تو نعش مقامات متبرکہ میں لیجا کر دین کر دین جیسا کہ میر جملہ کے ساتھ کیا گیا تھا - نوری گولہ انداز کے متعلق یہ سمجھنا آسان ہے کہ صاحب قبر کوئی فوجی آدمی تھے اور پکی قبر بنے بعد لفظ 'شاہ' کا اضافہ ہونا معمولی بات ہے - تابوت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ شیعہ تھے اور اب تک مرثیہ خوانوں کا احترام بھی یہی ثابت کرتا ہے - بہر حال وہ شیعہ تھے یا سنی مگر چوک میں وہ مدفون نہیں ہیں اور یہ قبر جعلی ہے •

مزار گمنام

مرحوم شیخ حیدر بخش کے اردو روڈ کے مکان کے صحن میں ایک پکی قدیم قبر ہے کوئی نہیں جانتا کسکی قبر ہے - مگر گھر والے اور اطراف کے لوگ اسکی بہت احترام کرتے ہیں - میرا خیال ہے کہ یہ قبر اوسی مسجد کی بانی کی ہے جو یہاں بہت پہلے تھی یعنی جہاں نولیفی بابو وکیل کا مکان ہے یہاں ایک بڑی شاہی مسجد تھی - بہت دن ہوئے منہدم ہو گئی اسکے پتھر کی سہیں محلہ میں ادھر ادھر بکھری ہوئی اب بھی نظر آتی ہیں - اس مسجد کے متصل اتر جانب ایک بڑا تالاب بھی تھا کچھ دن آگے تک اوسکا نشان موجود تھا اب وہ بہرہ روا دیا گیا ہے - یہ مسجد درحقیقت چاندنی گھاٹ روڈ پر تھا - یہاں اب بھی دو چار گھر مسلمانوں کے باقی ہیں •

مزارات تیوڑھی مرزا مٹا

شاہراہ عام پر اترجانب ایک چار دیواری کے اندر آج تین قبریں نظر آتی ہیں - اون میں پرانی قبر شاہ نوری گولہ انداز کی ہے جو پہلے چوک میں تھی اور والٹر صاحب نے سنہ ۱۸۳۰ع میں تابوت یا صندوق نکلو کر یہاں دفن کروا دیا ہے - یہاں معمر کے دنوں میں لال سبز دو نشان اونچے بانس میں باندھ کر کھڑے کئے جاتے ہیں - کوئی نہیں جانتا کہ وہ شیعہ تھے یا سنی مگر تابوت سے تو وہ شیعہ ہی ثابت ہوتے ہیں پھر اس بناء پر کہ چوک کی قبر ایک شیعہ کی بنائی ہوئی ہے اور مرثیہ خوانوں کا آج تک احترام کرنا اور معمر میں علم کھڑا کیا جانا سب اونہیں شیعہ ہی ثابت کرتا ہے -

دوسری قبر حافظ محمد یوسف مرحوم کی ہے جو بڑے خوش الحان حافظ اور اسی محلے کے رہنے والے تھے - وہ احسن منزل کی مسجد کے امام بھی تھے - تقریباً چالیس برس ہوئے انتقال کیا *

تیسری قبر مخدومی مولانا سید ظفر حسن آزاد پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی کے اہلیہ کی ہے جنہوں نے یہاں بتاریخ ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۴۱ع رحلت فرمائی ہے -

شاہ نوری گولہ انداز کی شیعیت کے باوجود اس قبرستان کا ذکر سنیوں کی قبروں کے ساتھ اس لئے کر دیا گیا کہ یہاں دو سنی بھی دفن ہیں - یہاں تو کم از کم شیعہ اور سنی متحد ہیں *

مزارات بابو پورہ

یہ مسئلہ عہد عالم گیری میں آباد تھا اب ویران ہو گیا ہے ۔
 یہاں تین گنبد کی ایک بڑی شاندار مسجد ہے جسے مسماء مریم نے
 سنہ ۱۱۱۸ھ ہجری میں تعمیر کی ہے اور یہی اوسکا سنہ وفات بھی
 ہے ۔ مسجد پر جو خوشخط کتبہ ہے اوسکی نقل حاضر ہے :-

مریم این سجده گہ بنا کردہ + ترک دنیاے بے وفا کردہ
 سال تاریخ فوت و مسجد او + خواستم هاتے ندا کردہ
 گفت این مسجد وسبع زمان + مریم سالکۃ بنا کردہ
 ۱۱۱۸ھ ہجری

مریم کی کچی قبر مسجد کے پائین ہے جسپر ہر جمعرات کو
 شمع روشن ہوتی ہے ۔ مغ بازار کے صاحبزادے جو یہاں رہتے
 ہیں اونہوں نے نہایت وثوق سے بتلایا کہ مریم حضرت شہ
 نوری کی بہن ہیں اور آپ ہی نے شہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے
 مزار کے غسل کا طریقہ ایجاد کیا ہے مگر یہ معض غلط اور لغو ہے ۔
 شہ نوری قدس سرہ کی وفات سے ۸۲ برس پہلے مریم انتقال کر چکی
 ہیں وہ کیسے غسل کا طریقہ ایجاد کرتیں ؟ مسجد کے دکھن
 جانب حضرت شیخ عبد اللہ اور حضرت شیخ غلام محمد کی
 قبریں ہیں اور انکے علاوہ بھی بہت سے لوگ مدفون ہیں ۔ مولانا
 شیخ غلام محمد حضرت شہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا صاحب
 علم اور دولت دین سے مالا مال بزرگ تھے ۔ طریقہ مجددیہ
 رکھنے سے کہ عروۃ الوثقی حضرت معصوم قدس سرہ کے خلیفہ کے

خلیفہ تھے - غالباً انکا (خلیفہ) نام خواجہ عبد اللہ تھا - آپ کے صاحبزادے مولانا شیخ عبد اللہ بھی یہیں مدفون ہیں، وہ بھی صاحب علم و عمل اور اپنے والد سے مجاز تھے - حضرت شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کو قصیدہ بردہ کی اجازت آپ ہی سے ملی تھی - انکے تلامذہ میں مولوی اسد اللہ جہانگیر نگری اور مولانا شاہ لطف اللہ مہرپوری مشہور عالم تھے اور حرز ایمانی کے عامل کامل • - حیرت ہے کہ حضرت شاہ نوری تک نے اپنے والد ماجد اور جد امجد کی تاریخ وفات نہیں لکھی - لوگ زیارت کیلئے بہت جاتے ہیں اور بابو پورہ کے مزارات کا ذکر عزت کے ساتھ کیا جاتا ہے - قدس سرہم •

مزار شاہ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ

چاندنی گھاٹ روڈ میں سڑک کے پورب کنارے ایک چھوٹے محوطہ کے اندر آپکا مزار ہے - یہاں پہلے بھی ایک حظیرہ تھا جو بہت بوسیدہ ہو گیا تھا جسے بابو اس کے داس نے سنہ ۱۹۱۵ء میں پھر سے بنوا دیا ہے - یہ محلہ سراسر مسلمانوں کا تھا مگر اب دو ایک گھر مسلمانوں کے یہاں باقی رہ گئے ہیں - صاحب مزار کا حال معلوم نہیں •

مزار لطف اللہ مغفور

محلہ خواجہ دیوان کی سب سے بڑی مسجد جو تین گنبد کی ہے اسکے اتر جانب ایک اونچی قبر ہے - یہ قبر بانی

• مولانا شاہ لطف اللہ کا مزار مہرپور ضلع ندیہ میں ہے - اونسے ایک کتاب وحدۃ الشہود کے موضوع پر یادگار ہے - مولانا شاہ اسد اللہ جہانگیر نگری کا ذکر عقرب آئیگا -

مسجد لطف اللہ کی ہے ۔ لطف اللہ عہدِ عالم گیری کے کوئی منصب دار تھے •

مزار پھیکو شاہ مرحوم ۔

شاہ باغ کے مغربی پشت پر سے جو سڑک نکلی ہے اوسکی مشرقی جانب ایک عظیم الشان برّہ کے نیچے یعنی شاہ باغ کے دیوار سے متصل ایک قبر ہے جو پھیکو شاہ کی کہلاتی ہے ۔ ڈھاڪہ کے بھٹیال مرثیہ خوان اس قبر سے خاص عقیدت رکھتے تھے مگر اب اوں عقیدت مندوں کی جماعت فنا ہو گئی ہے ۔ اس خاص جماعت کو اس قبر سے عقیدت کیوں تھی ؟ اسکی کوئی وجہ بجز اسکے میرے سمجھ میں نہیں آئی کہ اس قبر سے کچھ ہی دور شاہ باغ کے اندر گول تالاب کے متصل نور الدین حسین عرف شاہ نورا کی قبر ہے ۔ اور وہ نواب نصرت جنگ کی مجالس میں کتاب خوانی کرتے تھے ۔ شاید پھیکو شاہ ان کے کوئی رشتہ دار ہوں اور اونہی سے یہاں بھٹیال مرثیہ کی بنیاد پڑی ہو •

مزار شاہ باغ

یہ مزار شاہ باغ کے اندر بڑی بارہ دری کے دکھن جانب دیوار سے متصل ہے ۔ یہ کسی قبر سے معلوم نہیں مگر باغ کے ہندو مالی اسکا بہت احترام کرتے ہیں •

مزار شجاعت پور

شاہ باغ کے دکھن جو سکھوں کا اکھاڑہ ہے یہ جگہ اور رمزہ کی کچھ زمین شجاعت پور کہلاتی ہے ۔ شجاعت خان عہدِ اسلام

جان کے سپہ سالار تھیں اور عثمان خان آخری بادشاہ بنگال کی جنگ میں انہوں نے کار نمایاں کیا ہے - اکھارے سے باہر ایک پکی قبر موجود ہے - کسی ہے معلوم نہیں - مسٹر رینکین نے بتلایا ہے کہ جب رمنہ بڑا تو محلہ چشتیان اور شجاعت پور اجاز کر میدان کر دیا گیا •

مزار سلہتپا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پچاس ساٹھ برس ہوئے کہ آپکا انتقال ہوا - آپ سلہت کے رہنے والے معذوب تھے - شہر کے نامور رئیس بابو برج موہن انکے خاص معتقد تھے - رمنہ میں بردوان والی کوتھی کے احاطہ میں پچھم طرف آمون کے جھنڈ میں آپکی قبر ہے - بخشی بازار اور اطراف گرد قلعہ کے باشندے زیارت کیلئے بہت جا یا کرتے ہیں •

مزار حاجی بیگ مغفور

تھاکہ ایشوری کے پچھم اور سڑک کے پورب ایک بڑی خوبصورت مسجد ہے جسمیں چینی کی اینٹوں کا فرش ہے - بانی مسجد حاجی بیگ کی قبر اس مسجد کے پورب اتر ہے - یہ سنہ ۱۱۰۳ھ تک بقید حیات تھے - یہ عہد عالم گیری کے کوئی منصب دار ہیں •

قبر تالاب تھاکیشوری

تقسیم بنگال کے زمانے میں جب گورنمنٹ شہر کا رقبہ وسیع کر رہی تھی اور یہ زمین لے لینے کی تجویز تھیری (جہاں نواب صاحب کا فیمل خانہ تھا) تو یاروں نے راتوں رات ایک قبر بنادی

اور اوسپر شامیانہ بھی تان دیا اور لوبان دان اور اگر کی بتیاں بھی مہیا کر دی - مقصد یہ تھا کہ زمین اکوئیر فہونے پائے -

تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں کبھی کوئی قبر نہیں تھی - نرسنگ منشی نامی ایک معمر شخص نیل خانہ کے داروغہ تھے اور ہاتھی کے منشی کہلاتے تھے، انہوں نے نام بڈام بیان کیا کہ رات کو ان لوگوں نے یہ کارروائی کی ہے - نواب سر سلیم اللہ مرحوم نے اس قبر کو مسمار کروا دیا مگر اینٹیں یہیں پڑی رہیں - اب کچھ دنوں سے دیکھتا ہوں کہ ان اینٹوں پر ایک شامیانہ موجود ہے اور ایک نیم مجذوب میل اشرف جنکا فی الحال یہ شغل ہے کہ وہ ولایتی مٹی کی سل بنوا کر اوسپر کلمہ طیبہ یا اور کچھ لکھوا کر کہیں نہ کہیں نصب کرا دیتے ہیں - انہوں نے یہاں بھی ایک سل لگا دیا ہے اسکے نیچے اونکا نام مسکین اشرف بھی کندہ ہے •

حافظ احمد علیہ الرحمة

آپ مولانا کرامت علی جونپوری کے بڑے صاحبزادے ہیں - ساری عمر بنگالہ میں بسر فرمائی - انکی طرف رجوع خلائق بہت تھا - بہت مخیر اور صاحب نواضع عالم اور پرتائیر واعظ تھے - فالج پڑا تھا بغرض علاج ڈھاکہ آ رہے تھے کہ بجرہ پر انتقال ہو گیا - اور نعش صدر گھاٹ آئی، وہیں غسل کے سامان کیا گیا اور شیخ فیض بخش کلن پوری مرحوم کی تجویز سے جنازہ چوک لایا گیا - جنازہ پر ایسا اڑدھام تھا کہ صدر گھاٹ سے چوک تک پکسلں بھیڑ تھی اور لوگ پروانہ وار کندھا دینے کیلئے گرتے

پرتے پہونچتے تھے - میں نے دیکھا کہ ہندو مسلمان دونوں شریک جنازہ تھے اور سب رو رہے تھے - میں نے ایسا عام حزن اور کھرام اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا •

چوک کی مسجد میں دکن جانب ایک مختصر کچھ زمیں خالی تھی جسمیں وہیں قبر طیار ہوئی اور آپ دفن ہوئے - جنازہ پر جو چادر تھی اسکو لوگوں نے تار تار کر کے بانٹ لیا اور بطور تبرک تعویذ بٹا کر اپنے پاس رکھا - سال بھر کے بعد آپ کی قبر پر ایک دالان بنادیا گیا - چوک کی مسجد کمیٹی کے انتظام میں آپکا مزار بھی ہے - یہاں ایک بکس مقفل رہتا ہے - زائرین کو جو دینا ہوتا ہے اسمیں ڈال دیتے ہیں - اب انتظامات پہلے سے بہت درست ہیں - دیہات خاصکر نواکھالی اور تپڑہ کے زائرین بہت آتے رہتے ہیں •

باغ خواجہ عہد الکرم مرحوم کی قبریں

یہ باغ حسینی دالان کے نوبت خانہ کے اتر سڑک کے دوسرے جانب ہے • درحقیقت یہ باغ ارر اسکے ساتھ کے بہت دور تک کی زمین • باغ بزرگ امید خان کہلاتی تھی - بزرگ امید خان نواب شادستہ خان کے فرزند رشید تھے - انہیں کے ہاتھ سے چانگام فتح ہوا تھا - اس باغ میں تین پکی قبریں ہیں • ان میں جو بہت قدیم ہے اسکے بارے میں مختلف روایات ہیں - کوئی کہتا ہے کہ بزرگ امید خان کی قبر ہے اور کوئی کہتا ہے کہ میر مراد بانی حسینی دالان کی قبر ہے - مگر بزرگ امید خان کا یہاں مرقا ثابت نہیں اور میر مراد کی قبر حسینی دالان کے ریلے کے نیچے ہے - بہر حال

یہ قبر کسکی ہے معلوم نہیں - مگر دوسری قبر جو پہلے سے جدید ہے یہ مرزا رجب علی لکھنوی کی ہے - یہ صاحب خواجہ عبد العلیم مرحوم کے یہاں جاگزیں اور لکھنؤ کے شریف زادے تھے - تیسری قبر حکیم حسن مرزا حرق کے لڑکے کی ہے - حکیم صاحب مرحوم بہت بے تعصب شیعہ تھے مگر مرزا رجب علی سنی تھے - اس باغ سے کوئی سو قدم دکھیں سڑک کے پیچھے جانب ایک پکی قبر نظر آتی ہے، یہ عنایت چوڑی والے کے باپ کی ہے کہ یہیں پرانہ نخاس کی بہت سی زمین گھیر کر عنایت چوڑی والے نے ایک باغ بھی بنا لیا تھا •

پیٹھا والی کی قبر

اردو روڈ میں پل سے متصل اتر برسر راہ ایک قبر ہے • یہ قبر پیٹھا والی کی کہلاتی ہے اور یہ پل بھی اوسے نیک بخت نے بنوا یا تھا - محلہ کے ہندو کمار ہمیشہ اس قبر کو آراستہ رکھتے ہیں۔ یہ نیک بخت تقریباً دو سو برس پہلے تھی - اوسنے پل بنوا کر راہروں کو بہت آرام پہونچایا ہے • خدا اوسکی قبر پر مغفرت کے پھول برسائے •

واضح رہے کہ یہ وہی فالہ ہے جو دولائی ندی سے ایک بڑا فاصلہ طے کر کے رحمت گنج کے پیچھے دریائے بوزہ کی گنگا میں گرنا تھا - یہ پل اب جتنا پست نظر آتا ہے، ہمارے لڑکپن میں اس سے بلند تھا کہ تب سڑک کے زمین اتنی اونچی نہیں ہوئی تھی -

ستر اسی برس کا واقعہ ہے کہ اسی نالہ کو جو جازے میں بالکل خشک ہو جاتا تھا کسی ضرورت سے کہودا گیا تو زمین کے بہت نیچے ایک بڑی کشتی ملی جسپر بڑے بڑے دو سالم مٹکے ملے - اون دو میں سے ایک مٹکہ چوڑی ہتھ کی مسجد میں تھا جو حوض بننے سے پہلے وضو کا پانی رکھنے کے کام آتا تھا - دوسرا مٹکہ ساہو جیال نگر کی مسجد میں رکھا ہوا تھا - اتنے بڑے بڑے مٹکے اب نظر نہیں آتے - یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ اس نالہ کو دریا سے تعلق رکھنے کا •

وارث نمبر ۷ کا مختصر حال اور اوسکے مزارات

یہ بہت بڑا وارث ہے لیکن آبادی جسقدر بچھ جاتے جاتے کم ہوتی جاتی ہے اور ویرانی بڑھتی جاتی ہے لیکن مغلوں کی ابتدائی عہد میں ادھر بہت خاصی آبادی تھی اسلئے مغلوں کے آثار قدیم میں مساجد اور مقابر یہاں بہت ہیں - اس وارث کی چوحدی یوں ہے :-

پورب لال باغ کی سڑک ڈھاکہ ایشوری روڈ سے میرپور روڈ کی ابتداء تک - دکھن کمرنگی چور اور بوڑھی گنگا - اتر عظیم پورہ چوب دار تولی مغربی سرحد گنبد محل ہزاری باغ تک - یہ مخلوط وارث ہے کہ ابھی مسلمان محلے تھے کہ

ہندو محلے شروع ہو گئے اور ایسے محلے بھی ہیں کہ دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں - اس وارڈ کا مشرقی حصہ خامبر لال باغ اردو بولتا ہے مگر مغربی حصہ مقامی بنگلہ - اس وارڈ میں سارے محلے قدیم ہیں کیونکہ مدتوں سے ادھر آبادی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے - ایک محلہ کشمیری ٹولہ تھا اب یہاں کوئی کشمیری نہیں رہا - اخیر عہد مغلیہ تک یہاں شاہی عہدہ دار رہتے تھے - پھر یہ باغ نواب حسین الدین خان سے لڑیے ہاتھی گھاٹ تک شاہی عہدہ داروں کا قبرستان بن گیا - اور آج بھی حصہ مسلمانوں سے زیادہ تر آباد ہے - اس وارڈ میں آتش خانہ ایک تاریخی محلہ تھا جہاں پارسیوں کا آتش خانہ تھا - مکن آتش خانہ کھد گیا ہے مگر آتش خانہ روڈ اب بھی زندہ ہے - ایک محلہ چودھری بازار ہے جہاں شہر چودھری رہتا تھا - یہ ایک بڑا عہدہ دار تھا جو نئے گورنروں کا استقبال کرتا - بازار کا فرخ مقرر کرتا اور کوتوالی چبوترہ پر اوسکا روزانہ اجلاس ہوتا تاکہ بازار کے مقدمات کا فیصلہ کرے - شہر چندینفہ اوسکے تصرف میں رہتا گویا اگلے زمانہ کا وہ شریف ہوتا جو کلکتہ بمبئی جیسے شہروں میں انگریزوں کی طرف سے آج مقرر ہوا کرتا ہے - اب اس وارڈ میں سوائے دائرۂ عظیم پورہ کے کوئی قدیم خاندان موجود نہیں ہے اور سچ پوچھئے تو یہ بھی دھاکہ کے حیثیت بہت قدیم خاندان نہیں ہے لیکن یہاں ہندوؤں کے پرانے گھر بہت ہیں - مسلمان زیادہ تر سینک کے بوتام اور کنگھی بناتے ہیں اور کچھ دکانداری کرتے ہیں - تعلیم کا چرچا بھی بھٹکم ہے کہ اتنے بڑے رقبہ میں

صرف ایک ہائی اسکول ہے اور اوسمیں بھی مقامی لڑکے بہت کم ہیں •

شاه اسد اللہ و شاه غریب اللہ رحمۃ اللہ علیہما

یہ دونوں مزار پہلو بہ پہلو محلہ مان ایشور میں منشی محمد اکبر عرف ٹینو منشی کے مکان کے احاطہ میں مسجد کے پورب ہیں - منشی مرحوم اور انکے خاندان والے بھی یہاں مدفون ہیں - ایک چھوٹی سی دالائی مسجد بھی موجود ہے - کہا جاتا ہے کہ پہلے یہاں ایک پرانی مسجد تھی جو شکستہ ہو گئی تھی اور پھر سے منشی مرحوم نے بنوا دی ہے اور قدیم مسجد کا کتبہ اس مسجد پر لگا دیا ہے - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد شاه اسد اللہ صاحب نے بنوائی تھی - کتبہ میں صرف سنہ ۱۰۹۲ھ کذذہ ہے - شاه اسد اللہ صاحب اسد تخلص کرتے تھے - وہ فارسی اور اردو کے صاحب دیوان شاعر تھے - انکے دیوان ٹینو منشی مرحوم کے یہاں ہے مگر وہ لوگ کسیکو دکھانا پسند نہیں کرتے اور اس طرح چھپاتے ہیں گویا وہ کوئی بڑی انوکھی چیز ہے مگر مجھے معلوم ہے کہ سارا کلام نعمت میں ہے اور فارسی کے سوا جو کلام ہے سب قدیم اردو میں - مگر اشعار بہت معمولی ہیں - یہ دیوان اصل دیوان کی نقل ہے - اصل دیوان سنہ ۱۰۴۷ کا مکتوبہ تھا جو کرم خوردہ ہو جانے کی وجہ سے نقل کرا لیا گیا ہے -

شاه اسد اللہ صاحب کون تھے یہ لوگ نہیں بتا سکتے ہیں مگر مجھے کبریت احمر یعنی ملفوظات حضرت شاه نوری رحمۃ اللہ علیہ

سے معلوم ہوا کہ آپ اسی شہر کے رہنے والے اور بہت بڑے عالم تھے - ددر دور سے لوگ اونسے پڑھنے آتے تھے - اور وہ علوم دینی و باطنی میں حضرت مولانا شاہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے - یعنی آپ مجددی تھے - شاہ غریب اللہ اونکے شاگرد اور خلیفہ بتلاے جاتے ہیں - واللہ اعلم •

شاہ دربار و شاہ کمال علیہما الرحمة

یہ مزارات دائرہ عظیم پورہ کے بالمقابل رام باغ کے پہلو میں سڑک کے پچھم ہیں - ایک چوچلہ گنبد تھا جو امتداد زمانہ سے گر گیا تھا - اب پھر سے لوگوں نے بنا دیا ہے - گنبد کے اندر شاہ دربار کا مزار ہے اور باہر کا مزار اونکے بھائی شاہ کمال کا ہے - حضرت شاہ دربار مجذوب تھے اور کہا جاتا ہے کہ آپ نصیر آباد (میمن سنگہ) کے باشندے تھے - یہ مزارات بہت قدیم ہیں اور دائرہ بننے کے بہت پہلے سے یہ حضرات یہاں آسودہ ہیں •

حضرت شاہ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ

نواب باغ کی بڑی مسجد کے اتر ایک حظیرہ کے اندر آپ آسودہ ہیں - آپ حضرت صوفی سید محمد دائم قدس سرہ کے خلیفہ تھے - حضرت صوفی روشن علی شاہ صاحب نے مولانا شاہ حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ کو جو خط مشعر اطلاع وفات حضرت صوفی صاحب قدس سرہ نے لکھا ہے، اوسمیں درج ہے کہ یہ صاحب حضرت کے وفات کے وقت موجود تھے - جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱۲۱۴ تک نقد حیات تھے - ذاکہ بتدک •

مستان شاہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار مانک بابو کے مکان (غایت گنج) کے متصل گلی کے اخیر حصہ میں ندی کے کنارے ہے ۔ محلہ والے بہت احترام کرتے ہیں مگر کوئی کچھ نہیں بتلا سکتا کہ یہ کون تھے ۔ نام سے پتہ لگتا ہے کہ کوئی مجذوب ہونگے ۔ گویا شہر کے مشرقی اور مغربی دونوں طرف ایک ایک مستان شاہ آسودہ ہیں ۔

بہادر شاہ و سعید شاہ رحمۃ اللہ علیہما

یہ دونوں قبریں غایت گنج کے راستے پر دکنس جانب ایک اونچے چبوترے پر دو قدیم بڑے اور پپیل کے سایہ میں ہیں ۔ ان میں جو مزار حظیرہ کے اندر ہے وہ بہادر شاہ کا اور دوسرا سعید شاہ کا ہے ۔ یہ مزارات بہت قدیم ہیں اور ہمیشہ زائرین آتے جاتے رہتے ہیں ۔ ادھر کے باشندے ان مزارات کا بہت احترام کرتے ہیں ۔ ان مزارات سے ذرا مشرق سڑک کے اتر جانب ایک اور قبر ہے لوگ اسکا بھی احترام کرتے ہیں مگر تفصیلی حالات کسیکو بھی معلوم نہیں ۔ یزاروینبرک بہما ۔

مرقد میر عطاء الرحیم مرحوم

یہ قبر عظیم پورے جاتے ہوئے راستہ پر ایک اونچے چبوترے پر ہے ۔ سڑک کے اتر جانب انہیں میر مرحوم کی بتائی ہوئی ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو زلزلہ میں گر گئی تھی ۔ حضرت صوفی سید خلیل اللہ نور اللہ مرقدہ نے پھر سے بنوائی ہے ۔ مسلمانوں کی کوئی آبادی سامنے نہیں ہے تو نماز کیونکر

ہو - میر عطاء الرحیم مرحوم پرگنہ ثورہ اور بلیائی کے زمیندار تھے - ڈھاکہ میں حسینی دالان کے پیچھے اونکا مکان تھا - اونکے نام کی ایک گلی 'میر عطا' کی گلی نامی تھی جو اب روجنی بوس کے نام سے نامزد ہو گئی ہے - میر صاحب مرحوم بہت مخبر رئیس تھے - تقریباً سو برس ہوئے انکا انتقال ہوا - اب اونکا کوئی وارث نہیں ہے - زمینداری بلیائی کے ساہوؤں کے پاس ہے •

گندھی کا مقبرہ

مسلم یتیم خانہ کے پشت پر ایک بڑا حظیرہ ہے جو بخشو گندھی کا مقبرہ کہلاتا ہے - اب صرف دو طرف کی دیوار رہ گئی ہے - اوسکے اندر بخشو گندھی اور اوسکے خاندان کی قبریں نہیں - بخشو گندھی کی ماں کے نام سے ایک گلی اب بھی محلہ چوڑی ہٹہ • میں ہے مگر گم نام ہو رہی ہے - یہ شاہی عطر بنانے والا تھا - اوسکے خاندان والے اب بھی موجود ہیں •

پانچو خلیفہ مرحوم و مغفور

صبح یوم یک شنبہ ۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۲ ہجری ۱۱۳ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی - نام عبد العزیز تھا اور عرف پانچو خلیفہ - شاہ صوفی عمر علی کشمیری قادری سے مجاز تھے - کم علم آدمی تھے مگر بہت پابند شریعت اور قرآن پاک اور نماز کے عاشق زار - ہر وقت لال باغ کی مسجد میں نماز یا قرآن خوانی میں مصروف رہتے - لال باغ کی مسجد کے ملحقہ قبرستان میں دفن ہوئے - اللہ پاک اونکی تربت کو گلزار رکھے - اس فقیر پر بھی مہربان ہے •

شالا درویش علیہ الرحمة

ماں ایشور لیں میں یہ مزار راستہ کے کنارے ہے - ایک طرف راستہ ہے اور تین طرف ہندوؤں کے مکانات ہیں - سڑک کی جانب ایک رنگین چوبی کٹرہ لگا ہوا اور اوپر شامیانہ اور صحن بہت صاف ستھرا ہے - مزار کے بالمقابل ایک ہندو رہتا ہے وہی خدمت کرتا ہے - اس کے باپ دادا بھی اس مزار کے خادم تھے - اس ہندو مجاور نے مقامی ہندوؤں کے حملے سے اس مزار کو کئے مرتبہ بچایا اور فوجداری اور دیوانی کئے مقدمہ لڑا - یہ شخص نہایت خوش اعتقادی کے ساتھ خدمت کرتا ہے -

ہمارے ہندو ہم وطن بھی عجیب لوگ ہیں کہ زندوں کو مارنے پر آمادہ ہیں اور مردوں کو پوجتے ہیں •

اونٹ والے شالا صاحب علیہ الرحمة

ایک صاحب میلا رنگ سر پر پریشان بیری، گرمی جاڑے ہر موسم میں کمبل بدوش لونگی پوش، ایک اونٹ کی نکیل پکڑے پھرتے تھے - ہر وقت مسکراتے رہتے مگر کسی سے بات نہیں کرتے، بالکل خاموش رہتے - میرے لڑکپن میں ڈھاکہ آئے مگر کسی کو معلوم نہیں کہاں سے آئے اور کہاں کے رہنے والے تھے - چہرہ مہرہ سے معلوم ہوتا کہ بنگال ہی کے تھے - تقریباً تیس برس ہوئے یا کچھ زائد کہ ایک دن دوڑتا ہوا ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ جلدی چلیئے اونٹ والے شالا صاحب بہت بیمار ہیں وہ آپ کو بلارہے ہیں - شالا صاحب کے پاس نہ میں

کبھی گیا اور نہ وہ خود میری طرف کبھی آے - میں شاہراہ پر مطلب بھی نہیں کرتا ایک کوچہ میں رہتا ہوں - مجھے حیرت ہوئی کہ ایک خاموش انسان نے آخر میرے متعلق کس طرح کہا ہوگا - جو شخص بلانے آیا تھا اوس سے میں نے ذرا تیز ہو کر پوچھا کہ شاہ صاحب نے مجھے ہی بلایا تم نے کیونکر جانا؟ اوسنے جو جواب دیا میں اپنی زبان میں عرض کرتا ہوں - ”شاہ صاحب نے مجھے اشارہ سے بتلایا یعنی ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر نبض دیکھی“ پھر اشارہ سے بتلایا کہ یہ نبض دیکھنے والا عینک لگاتا ہے“ پھر دونوں ہاتھ سر پر لیجا کر کچ کر کے بتلایا کہ اس طرح کچ توپی پہنتا ہے - میرا کرتہ دیکھا کر سمجھایا کہ رنگ صاف ہے - پھر اشارہ سے کہا کہ انکو لے آؤ“ ڈھاکہ میں آپ (امروہ کی) توپی کچ کر کے پہنتے ہیں“ چشمہ لگاتے ہیں“ نبض دیکھتے ہیں - میں سوائے آپ کے کسی دوسرے کو کیسے سمجھتا - دونوں ہاتھ جوڑ کے آپکی کشتی نما توپی بتلا دی - آپکا رنگ بتلایا - چشمہ کی طرف اشارہ کیا - گویا تصویر کھینچ دی“ - یہ سن کر میں فوراً روانہ ہوا - وہ دولہ بیگ کی گلی میں ایک جھوپڑے میں ایک ٹاٹ پر پڑے ہوئے تھے - مجھکو دیکھ کر مسکرا کر آتھ بیٹھے - پھر میری طرف نبض بڑھا دی اور پیت کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ دست آ رہے ہیں - میں نے کہا ”دوا کھائیگا؟“ اشارہ سے فرمایا ”ہاں ابک بار کھاؤنگا“ آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا ”یہی حکم ہے“ - میں جب رخصت ہوئے لگا تو ٹاٹ کے نیچے سے نکال کر مجھے ایک روپیہ عنایت فرمایا - میری عادت اللہ کے نام لینے والوں سے

کچھ لینے کی نہیں تھی ۔ میں نے کئی بار انکار کیا مگر انہوں نے اصرار کے ساتھ جیب میں ڈال دیا ۔ میں نے دوا بھیجی، ایک خوراک دوا کھائی اور لیت گئے اور کچھ مدت کے بعد ختم ہو گئے ۔
انا للہ و انا الیہ راجعون •

میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے آخری سنت ادا کی اور تب ہی سے مجھ کو یقین ہے کہ میری طبابت کی اللہ والوں کے سرکار میں رجسٹری ہو گئی ہے ۔

یہ بھی میری خوش نصیبی ہے کہ اسکے بعد جتنے بزرگوں کا انتقال ہوا سب کا آخری معالج میں ہی تھا ۔ یعنی ان حضرات نے مجھ اپنی آخری خدمت کے قابل سمجھا ۔
اونکا مزار عظیم پورہ روڈ میں دائرہ کے دہن کوئلہ شاہ صاحب کے مزار کے پہلو میں ہے ۔ قدس سرہ •

کرپین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

’کرپین‘ بنگلہ زبان میں بخیل کو کہتے ہیں • رواج ہے کہ جب کسی کی کوئی چیز چوری جاتی ہے تو اس مزار سے ایک اینٹ کھول کر کہیں رکھ دی جاتی ہے کہ چیز مل جائیگی تو پھر یہ اینٹ اپنی جگہ رکھ دی جائیگی اور قبر پر قلعی پھیری جائیگی • غالباً اس لئے کہ کسی کی کوئی چیز چور نہیں لیجا سکتا ہے اونکو کرپین کہنے لگے ۔ اونکا مزار محلہ منیسر میں ہے ۔ صاحب مزار کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ مذکورہ رواج کب سے شروع ہوا ہے •

حاجی سوپن مغفور

یہ صاحب چار ابرو کا صفایا کئے ایک گروا کرتہ اور گروا لفنگی باندھے اپنے مکان محلہ گور شہید میں بیٹھے رہتے - وہ کبھی نواب سر عبد الغنی کے ملازم تھے - اونکو وہاں سے مختصر پنشن ملتی تھی اوسی پر اوقات تھی - بہت کم آمیز تھے - لہجہ تلخ اور بلند تھا - طویل القامت رنگ گدھوان تھا - میں نے اونکو بہت لڑکیں میں دیکھا ہے - وہ رسول شاہی فقیر تھے - حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بھی دیکھنے والوں میں تھے - اونہوں نے بڑی عمر میں انتقال کیا - اپنے گھر کے صحن میں دن ہرے - قبر پختہ ہے مگر اونکے جاننے والے بہت کم ہیں اسلئے لوگ جاتے بھی بہت کم ہیں *

کریم شاکا مرحوم

کریم شاکا جنہیں لوگ داتا کہہ پکارتے تھے - گور کھپور کے رہنے والے تھے اور یہیں بس گئے تھے - مزاہل تھے، صرف ایک بیٹی کے باپ تھے - بڑے آزاد منش اور خوش تقریر شخص تھے - ایک لفنگی، ایک کرتہ، سر پر بیری فنگے سر اور ہاتھ میں کبھی کبھی کجکول لئے نظر آتے - بیروت کا پہل با گرم گرم مٹھائی منگوا دینا یا اسی قسم کی دوسری شعبدہ کری کی وجہ جہلا اونکے عقیدت مند تھے - تقریباً ۳۵ برس ہوئے انتقال کیا - ابھی اونکے دیکھنے والے بہت ہیں مگر وہ بہت جلد گمنام ہو گئے - اونکی قبر سرکاری قبرستان جانے والی سڑک پر دکھن طرف ایک چبوترے پر ہے - اللہم اغفرلہ •

آگى ميّا رحمة الله

تقريباً چالیس برس پہلے ایک مجذوب قلعہ لال باغ کے دہن کمرنگی چر اور اس کے اطراف میں نظر آتے تھے - اکثر کسی درخت کی ڈالی پکڑے جھولتے رہتے - اونکی باتیں بہت کم سمجھ میں آتی تھیں - زبان سے بہار کے رہنے والے معلوم ہوتے تھے - وہ جب کبھی کلام کرتے ابتدائے سخن 'آگى ميّا' کے جملہ سے ہوتا اسلئے لوگ اونکو آگى ميّا کہنے لگے - اونکی قبر محلہ خواص محل میں ہے ۔

کوئلہ شالہ رحمة الله عليه

بابو بازار کے چورائے پر ایک فقیر صرف کمبل لپیٹے اور موٹا سا ڈنڈا ہاتھ میں لئے کھڑے رہتے - معلوم نہیں نام کیا تھا، زبان سے معلوم ہوتا تھا کہ سلہٹی تھے - کوئلہ شالہ اسلئے کہا جاتا تھا کہ گہات پر ایک کوئلہ کی دکان میں شب بسر کرتے تھے - یہ دکان مرحوم الہی بخش کی تھی جو میرے اسکول فیلو تھے - اہل حاجت کو یقین تھا کہ جسپر دوچار سوٹنا پڑ گیا اوسکا کام ضرور بن گیا - وہ یوں نو خاموش رہتے اگر کسی نے اونکو دق کیا یعنے اپنے مقصد کیلئے بہت کہا سنا تو پھر وہ خوب مارتے، دور دور تک دورا دورا کر مارتے - کوئی کچھ نذر دیتا تو ایک بنیا کی دکان پر جاتے اور روپیہ ہو یا پیسہ سب اوسکو دیکر دوچار کیلہ خرید لاتے اور کہاتے - میں نے لڑکپن میں اونکو بہت دیکھا ہے کہ مدرسہ کے انگو پرشین دیپارٹمنٹ میں میں پڑھتا تھا اور وہاں جمعہ کے دن

صبح کلاس ہوتا - سویرے گھر سے جانا بڑے مشکل کا سامنا ہوتا کہ دکھن جانب کوئلہ شاہ ایک موٹی بانس کے سہارے بیچ راستے پر کھڑے نظر آتے اور اتر جانب بھر شاہ بابا چپختے چلاتے دیکھائی دیتے - دونوں کے درمیان سے گزرنا دشوار ہوتا اسلئے کچھ انتظار کرنا پڑتا کہ دو چار ساتھی مل جائیں تو جائیں - میوڑی عادت تھی کہ اونکو سلام ضرور کرنا مگر وہ جواب دیتے یا نہیں یہ دیکھنے کی ہمت کبھی نہیں ہوئی اور سچ پوچھتے تو یہ سلام عقیدت سے نہیں دے کر دے کرتا تھا کہ کہیں مار نہ بیٹھیں - عظیم پورہ کے احاطہ کے دکھن جو ایک مختصر سا قبرستان ہے وہیں اونکی پکی قبر ہے •

ماڑی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ماڑی شاہ نامی ایک فقیر نیم مجذوب حضرت صوفی سید محمد دائم قدس سرہ کے خادم تھے - دستور یہ تھا کہ جتنے لوگ پیر اور جمعرات کو دائرہ میں آتے خواہ وہ کسی درجہ کے ہوں سب کیلئے لازمی تھا کہ لڈکر کے مطبخ کیلئے جنگل سے لکڑی چن لائیں - ماڑی شاہ صاحب اس خدمت کے منتظم تھے - حضرت قدس سرہ کے بعد انہوں نے رحلت فرمائی - اونکا مزار سرکاری قبرستان کے اندر پچھم جانب ایک کوٹھری میں ہے - ایک خادم بھی موجود رہتا ہے - اس کوٹھری کے اتر ایک اور چھوٹی سی کوٹھری ہے جو کمال منشی کی ہے - یہ پچھلے عدالت میں کام کرتے تھے - کسی وجہ سے عدالت چھوڑ کر جہاز پھونک کرتے لگے -

مورتیں بہت آتیں اور وہ رسالہ بنگلہ نقش سلیمانی سے نقل کر کے تعویذ لکھتے - سوائے بنگلہ کے اور کسی زبان سے واقف نہ تھے - بہت جلد گم نام ہو گئے حالانکہ ان کے انتقال کو تیس چالیس برس ہوئے ہوئے •

مرزا سدا سہاگن

نام مرزا جہانگیر بیگ ابن مرزا حسن بیگ تھا - دہلی کے رہنے والے تھے - پہلے تاجرانہ زندگی بسر کرتے تھے - یہیں شمشاد جان نامی ایک شریف زادی سے سنہ ۱۲۵۲ ہجری میں عقد کر لیا تھا - کبھی کبھی غائب بھی ہو جاتے تھے اخیر مرتبہ گئے تو سدا سہاگن بکسر آئے - وہ صاحب اولاد تھے - وفات سے تقریباً پندرہ برس پہلے یہ بانا اختیار کیا تھا - اونکی قبر

ان صاحب کا ایک گھوڑا تھا جو اونکی زندگی ہی میں سفر آخرت پر روانہ ہو چکا تھا اوسکی کچی قبر اونہوں نے اپنے قیام گاہ کے سامنے بنادی تھی اب یہ قبر مکان ۲۰ نمبر حسینی دالان روڈ کے اندر آگئی ہے - اچھا ہوا کہ بے نشان ہو گئی ورنہ کچھ دن بعد اسپر بھی چڑھاوا چڑھنے لگتا - ایسی ہی ایک قبر نواب نصرت جنگ کے گھوڑے کی چاند ماری کے ٹیک کے پیچھے تھی لوگ اسپر بھی فاتحہ پڑھتے تھے - یہ قبر ٹیک کے پیچھے جو مکانات بنے ہیں اسمیں غائب ہو گئی - اس سے بڑھکر سنئے کہ اسی قبر کے قریب ایک اور پکی قبر تھی اسپر تو فاتحہ کے علاوہ پھول اور دیرے سبھی چڑھتے تھے - یہ ایک یہودی کی قبر تھی - پائین ایک پتھر بھی نصب تھا جسمیں عبرانی اور انگریزی میں اوسکا نام و سنہ انتقال درج تھا - انگریزی میں یہ بھی لکھا تھا کہ ڈھاکہ میں یہودیوں کا گورستان نہونے کیوجہ سے اسے یہاں دفن کیا گیا ہے •

بہات کی مسجد کے دکھن بانی مسجد کی قبر کے پہلو میں بر سر راہ ہے یہیں اونکے معتقدین کی جماعت بستی تھی اور انہیں اطراف میں اخیر اخیر خود بھی رہنے لگے تھے اگرچہ پہلے وہ حسینی دالان کے اطراف میں رہتے تھے - یہیں انہوں نے رحلت بھی کی -

حضرت مولانا محمد شاہ اخونزادہ قدس سرہ

نسباً فاروقی تھے اور وطناً موضع چنگلئی خود و خیل علاقہ یوسف زئی یا غستان کے اخونزادہ تھے - اس خاندان کے مورث اول عرب سے آئے اور موضع توتالی میں قیام فرمایا جہاں حاجی خوشحال بابا کا مزار مشہور ہے - پھر حاجی سالک بابا موضع چنگلئی میں تشریف لائے وہ خود اور اونکے صاحبزادے حافظ بابا کے مزارات آج بھی مرجع خلایق ہے اور ملک یوسف نری میں چنگلئی کے اخونزادے ان حضرت کی فرزندگی کیوجہ سے نہایت معزز و محترم ملتے جاتے ہیں -

حضرت نے پہلے متوسطات تک اپنے اطراف کے اساتذہ سے پڑھی پھر علیگزہ آئے اور کچھ دفتک حضرت استاذ الاساتذہ مفتی لطف اللہ کی خدمت میں تحصیل کمال کرتے رہے پھر لکھنؤ آئے اور حضرت استاذ الہند مولانا عبد العی فرنگی معلی رحمۃ اللہ کی خدمت میں دو برس تک تحصیل کمال کیلئے رہے - وہاں سے ڈھاکہ آئے کہ یہاں اونکے رشتہ کے ماموں مولانا محمد نعمان صاحب رحمۃ اللہ موجود تھے جو حضرت مولانا لکھنوی کی اجل تلامذہ میں سے تھے اور میر غلام مصطفیٰ صاحب مرحوم کی صاحبزادی کو حبالہ نکاح میں لاکر ڈھاکہ کو وطن بنا چکے تھے - مولانا مرحوم نے آپ کو بھی حاجی

حسن علی صاحب مرحوم مغفور کی صبیہ رضیہ سے عقد کرا کے ڈھا کہ
میں ہمیشہ کیلئے رکھ لیا ۔

آپ قادری مجددی طریقہ کے شیخ تھے ۔ ساری زندگی
سوائے مشاغل دینی کے کوئی شغل نہیں فرمایا ہاں تجارت کے
طرف میلان خاطر تھا کہ رزق حلال کا ذریعہ ہے ۔ کبھی
فارسی شعر بھی فرما لیتے تھے ۔ بہت خوشخط تھے اور یہ
قیام لکھنؤ کی برکت تھی ۔ بڑے خوش تقریر واعظ، بیحد حلیم اور
متواضع بڑے مہمان نواز بہت ذی حوصلہ غیروں کے ساتھ بھی حسن
سلوک سے پیش آتے تھے ۔ ایک متوسط الحکم کتاب جنت الفردوس
نامی اردو میں تصنیف فرمائی تھی جو میرے ذخیرہ مخطوطات
میں موجود ہے ۔ آپ کے دست گرفتہ ڈھا کہ اور آسام میں بیشمار لوگ تھے ۔
اپنے وطن سے بھی تعلقات برابر قائم رکھتے تھے ۔ بہت مختصر علالت
میں بتاریخ ۲۹ ستمبر سنہ ۱۹۱۳ع سفر خلدبریں اختیار فرمایا ۔ اخیر
وقت تک ذا کر و شاغل رہے ۔ حضرت صوفی شاہ سید خلیل اللہ
رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ اپنے دائرہ میں منگوا کر اپنے انتظام سے
اپنے احاطہ میں دفن فرمایا کہ آپ دونوں میں ابتدائے جوانی
سے بڑی محبت تھی جو مرنے دم تک قائم رہی اور آج بھی
اتحاد روحانی ہے ۔

صرف دیادگار چھوڑی ایک یہ ننگ اسلاف مسود اور اق
اور دوسرے قاضی عزیز الرحمن سلمہ خداوند تعالیٰ دونوں کو اعمال
صالحہ کی رغبت عطا کرے اور افعال نامرضیہ سے بچنے کی توفیق
مرحمت فرمائے ۔ آمین

روپ گنج اور کالی گنج کے تھانوں سے لوگ اب تک زیارت کیلئے آتے رہتے ہیں اور فیض پاتے ہیں کہ ان اطراف میں آپ کے دست گرفتہ بہت تھے - اللہ پاک اونکی تربت پر اپنی رحمت کا میزہ ہمیشہ برساتا رہے اور اس ذبکار کو اونکے قدموں میں بسنے کی عزت عطا فرمائے •

مقبورۃ ملحق مسجد لال باغ

لال باغ کی فرخ سیری مسجد کے ساتھ ایک علیحدہ معکوط قبرستان ہے جو اسی صدی میں بنا ہے - سب سے پہلے یہاں مولانا عبید اللہ العبیدی سپرنٹنڈنٹ مدرسہ محسنیہ المتوفی سنہ ۱۳۰۱ ہجری اور اونکے بعد مولانا محمد نعمان المرحوم المتوفی سنہ ۱۳۰۲ھ تلمیذ حضرت استاذ الكل مولانا عبد الحی فرنگی مہلی اور اونکے بعد مشہور واعظ مولوی قدرت اللہ المتوفی سنہ ۱۸۸۶ خلیفہ مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہم دفن ہوئے - اسکے سوا اور بھی چند لوگ یہاں دفن ہوئے ہیں - سب سے اخیر پانچو خلیفہ مغفور یہاں دفن ہوئے جنکا ذکر اپنی جگہ ہو چکا ہے •

حضرت شاہ صوفی سید خلیل اللہ قدس سرہ نے والد ماجد مرحوم کی وفات کے دوسرے دن ہی ارشاد فرمایا کہ پائین ایک قبر کی جگہ خاص ہے یہ میں تجھ کو دیتا ہوں چنانچہ یہ جگہ تب سے اب تک محفوظ ہے اور سجادہ نشین حال بھی اسکی حفاظت فرما رہے ہیں مگر خدا ہی جانتا ہے کہ کب یہاں آؤنگا - ہاں اتنا جانتا ہوں کہ اب دن قریب آگیا ہے صرف خاک گور کی کشش پر زور ہونے کی ضرورت ہے •

قلعہ اورنگ آباد کی قبریں

قلعہ اورنگ آباد جسے عوام الناس لال باغ کا قلعہ کہتے ہیں ایک ناتمام عمارت ہے - شہزادہ محمد اعظم نے اسے بنوانا شروع کیا تھا لیکن وہ شاہی طلبہ پر دکن روانہ ہو گیا اور جاتے ہوئے اپنے خسر نواب شائستہ خان کو اس تعمیر کا ذمہ دار کیا گیا لیکن دوران تعمیر میں اعظم کی بیگم ایران دخت نے رحلت کی اس وجہ سے یہ تعمیر منکوس سمجھی گئی اور قلعہ ناتمام چھوڑ دیا گیا اور نواب شائستہ خان نے صرف ایران دخت کا روضہ بنوا دیا جو بنگال کی تمام مغلیہ عمارت میں بہت ہی خوبصورت عمارت ہے - چاروں طرف کمرے ہیں اور چار کونے پر برج اور بیچ کے دالان کا فرش سراسر سنگ مرمر کا ہے - ایران دخت کی قبر پر سنگ باشی کا نمونہ ہے - مدت تک یہ روضہ عالم کس مپرسی میں رہا حتیٰ کہ طلائی گنبد تک اپنی آب و تاب کھو چکا - اب تحفظ عمارت قدیم کے قانون کے ماتحت کچھ مرمت ہو گئی ہے -

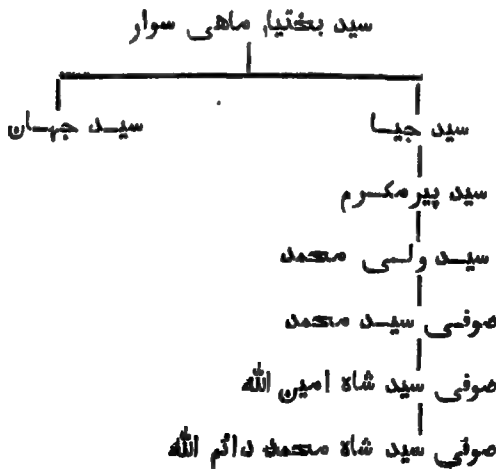
اسکے ایک برج کے نیچے بیگم کی کوئی رشتہ دار جاتوں شمشاد بیگم نامی مدفون ہیں اور صحن میں سر بلند خان کی قبر ہے - یہ حق بندے خان کے بیٹے ہیں اور حق بندے خان خدا بندے خان کے بیٹے تھے - کہا جاتا ہے کہ یہ شائستہ خان کے نواسہ تھے (واللہ اعلم) خدا بندے خان اور حق بندے خان کی قبریں اتر جانب کی دیوار کے قریب سڑک سے متصل ہیں -

افسوس ہے کہ روضہ مذکورہ کے اندر مدتوں متصوفین دُھاگہ قوالی کراتے رہے اور حالِ قال کی مجلس جماتے رہے - اب سرکاری ممانعت کیوجہ یہ موقوف ہے •

مزارات دائرۂ عظیم پورہ

شہزادۂ عظیم الشان کے نام پر یہ محلہ عظیم پورہ کہلاتا ہے - عظیم الشان اور مرشد قلی خان کی خانہ جذبی کے بعد جب دُھاگہ ویران ہوا تو یہ محلہ بھی اجڑ گیا - اسی ویران حالت میں صوفی سید شاہ محمد دائم اللہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور یہیں حضور ہو گئے پھر کبھی اس دائرہ سے باہر نہیں نکلے - میرے علم میں بنگال میں بس یہی ایک دائرہ ہے جہاں کے سجادہ نشین سوائے حج کے اپنے دائرہ سے کبھی باہر نہیں نکلتے اور ہمیشہ حضور رہتے ہیں -

صوفی سید محمد دائم اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بختیار ماہی سوار کے اولاد میں سے ہیں - مجھے جو شجرہ ملا ہے وہ یوں ہے :-



مگر یہ شجرہ یقیناً نامربوط ہے کیونکہ حسب اصول مسلمہ مورخین حضرت بختیار سے آپ تک دو سو برس کی مدت ہوتی ہے اسلئے ضرور ہے کہ اور کچھ نام چھوٹ گئے ہوں کیونکہ کہا جاتا ہے کہ حضرت بختیار بغداد سے ۵۰۰ برس پہلے چانگام میں آئے ہیں۔ سیدجیا کے نام کے ایک بزرگ کا ذکر احادیث الخوانین میں موجود ہے مگر وہ شاید یہ شجرہ والے سید جیا نہیں ہیں۔ بہر حال حضرت صوفی سید محمد دائم صاحب نے پہلے اپنے وطن چانگام میں صوفی شاعر نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت فرمائی۔ وہ چانگام میں مشہور صاحب خانقاہ تھے اور طریقہ نقشبندیہ • مجددیہ میں حضرت صوفی شاعر عبد الرحیم شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ جب وہاں کشود کار نہیں ہوا تو آپ پیر کی اجازت سے ڈھاکہ آئے اور حضرت شاعر عبد الرحیم شہید کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر یہاں ارشاد ہوا کہ تم پٹنہ جاؤ کہ تمہارا حصہ شاعر منعم پاکباز قدس سرہ کے یہاں ہے۔ چنانچہ وہ کشتی پر پٹنہ پہنچے اور حضرت منعم پاکباز قدس سرہ کی خدمت میں تحصیل کمالات اور طے منازل سلوک کر کے اور مجاز طریقت بنکر ڈھاکہ تشریف لائے اور محلہ عظیم پورہ میں حضور ہو گئے۔

• تاریخ ڈھاکہ میں یہی درج ہے لیکن احادیث الخوانین میں انہیں قادریہ لکھا ہے مگر میری رائے میں یہ بعید نہیں کہ وہ دونوں طریقوں کے حامل ہوں۔

ڈھاکہ پہونچنے کی صحیح تاریخ بتلانا دشوار ہے لیکن اونکی
بنوائی ہوئی مسجد کی تاریخ سے معلوم ہونا ہے کہ آپ نے
سنہ ۱۱۹۰ میں اسکی بنیاد رکھی ہے اور سنہ ۱۱۹۳ میں وہ بنکر
طیار ہوئی - قدیم کتبہ کی نقل ملاحظہ فرمائیے :-

شاہ صوفی رہنما عارفان مالک دل مقتدا عاشقان
بہر دین تعمیر این مسجد نمود خانہ رب سجدہ گاہ صوفیان

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باروین صدی کے اخیر اخیر آپ
تشریف لائے ہیں - آپکی طرف نہایت رجوع خلائق ہوا اور دور
دور سے لوگ آنکر مستفیذ ہونے لگے - آپ نہایت پابند شرع بزرگ
تھے - اب آپکے عہد کی کوئی عمارت سوائے مسجد کے اس
خانقاہ میں باقی نہیں ہے مگر یہ معلوم ہے کہ آپکے عہد میں اس
خانقاہ میں بہت کثرت سے طلاب علم رہتے تھے - اور علماء اونکے
درس و تدریس کیلئے مقرر تھے - لنگر بھی جاری تھا اور طالبان
علم دہن کھانا کپڑا خانقاہ سے پتے تھے - آپ سماع با مزامیر کبھی
نہیں سنتے تھے اور اسکے عوض قال اللہ و قال الرسول سے دائرہ گونجا
کرتا تھا - یہ یاد رکھئے کہ دائرہ کے حدود میں خوندگار صاحب کی
مسجد اور عظیم پورہ کا میدان قدیم الایام سے شامل ہے اگرچہ
چار دیواری سے یہ دونوں باہر ہیں - حضرت صوفی صاحب
قدس سرہ متاھل تھے - مگر مجھے یہ تحقیق نہیں ہے کہ آپ نے
شادی کھان اور کس خاندان میں کی تھی گو بظاہر ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ ڈھاکہ تشریف لانے کے بعد آپ متاھل ہوئے کیونکہ

آپ کے بڑے صاحبزادے بھی آپ کے وصال کے وقت بہت کم سن یعنی صرف چودہ سال کے تھے ۔

آپکا وصال غرۃ شعبان المعظم روز یک شنبہ سنہ ۱۲۱۴ھ میں ہوا ۔ مزار گنبد کے اندر ہے ۔ ہر سال صاحب سجادۃ عرس کرتے ہیں مگر گانا بجانا نہیں ہوتا ہے ۔ قرآن پاک ، میلاد خوانی اور اطعام طعام پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے اور ایک صاحبزادی ۔ بڑے صاحبزادے حضرت صوفی سید احمد اللہ سجادۃ نشین ہوئے مگر اونکی تعلیم و تربیت صوفی روشن علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ۔ ان سے بھی لوگوں کو بہت فیض پہونچا ۔ آخر بمرض دق ۵ شوال سنہ ۱۲۳۰ھ میں رحلت فرمائی اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے *

ضرورت ہے کہ پہلے حضرت شاع روشن علی رحمۃ اللہ علیہ کا حال پیش کر دیں ۔ حسب روایت کیفیت العارفتین وہ سرکار کمپنی میں ملازم تھے اور ہمیشہ حضرت شاع سید دائم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہوتے رہتے تھے حتی کہ مرید ہونے کے کچھ دن کے بعد خلعت خلافت اور خامت دامادی سے بھی مشرف ہوئے ۔ یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ کہاں کے باشندہ تھے مگر دائرۃ کی روایت ہے کہ دہلوی تھے ۔

حضرت صوفی صاحب کی رحلت کے وقت جیسا کہ ذکر ہوا بڑے صاحبزادے حضرت صوفی احمد اللہ بہت کم سن یعنی صرف ۱۴ برس کے تھے ۔ اونکو گو بیعت اپنے والد ماجد سے

تھی مگر حسب وصیت مرشد تربیت و تعلیم صوفی روشن علی صاحب سے ملی - صوفی روشن علی صاحب کا اس خاندان کے ساتھ وہ برتاؤ ہے جو کہیں کم نظر آتا ہے - دوسرے صاحبزادے جنکا اسم گرامی شاہ سید لقیٹ اللہ ہے وہ اپنے والد ماجد کی رحلت کے وقت صرف ۹ برس کے تھے۔ اونکی تعلیم و تربیت سب حضرت صوفی روشن علی صاحب نے فرمائی اگرچہ بچپن میں ہوقت وفات اپنے والد ماجد سے رسماً بیعت ہو چکے تھے -

صوفی روشن علی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے چھوٹے دائرہ کی بنیاد پڑی - اونہوں نے بتاریخ ۹ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۸ھ جری رحلت فرمائی اور اپنے خسرو و مرشد کے قبے میں دفن ہوئے - ان سے دور دور تک فیض پھرنچا - اونکے مشہور خلفاء شاہ سید لقیٹ اللہ، شاہ غلام حسین بیتھوی، صوفی دلاور علی شاہ کشمیری ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین •

صوفی روشن علی رحمۃ اللہ کی جگہ صوفی سید شاہ وجہ اللہ ابن حضرت صوفی سید شاہ احمد اللہ سجادہ نشین ہوئے، وہ سنہ ۱۲۸۲ھ تک بقید حیات رہے، آپ زہر دست عالم تھے - کیفیت العارفین میں لکھا ہے کہ انہوں نے طریقہ مجددی اختیار کر لیا تھا - ان سے وحدت الشہود پر ایک رسالہ یادگار ہے - برے مضبوط دلائل کے ساتھ وحدت الوجود کی تردید فرمائی ہے - یہ رسالہ میرے مخطوطات کے ذخیرہ میں موجود ہے *

آپ نے مکہ معظمہ میں بتاریخ ۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۲ھ۔
رحلت فرمائی - آزاد مرحوم نے تاریخ فرمائی :-

شاہ وجہ اللہ یکتائے زمان واصل حق
رفت در مکہ معینہ چون از دار فنا
کلک آزاد رقم کرد سن رحلت سال
شمس بنگالہ برفت آہ ز اوج فنا

حضرت صوفی سید وجہ اللہ رحمۃ اللہ حضور نہ تھے، اسلئے اونکا
عرس بڑے دائرہ میں نہیں ہوتا ہے - آپ کے ایک صاحبزادے
تھے سید عاشق اللہ نام مگر اونہوں نے لا ولد قضا فرمائی -

صوفی سید شاہ احمد اللہ رحمۃ اللہ کے تین صاحبزادے تھے -
ایک سید وجہ اللہ جنکا ذکر خیر ابھی ہوا ہے - دوسرے سید صوفی
نور اللہ المتوفی ۳ رجب سنہ ۱۳۰۸ ہجری، جنکے بیٹے تھے سید
عظمت اللہ عرف کامو میاں، جنکا انتقال دو برس ہوئے ہوا ہے
اور تیسرے قائم اللہ جو لا ولد گزرے - شاہ سید نور اللہ کے عہد
میں سارا املاک برباد ہوگیا اور اسطرح چھوٹا دائرہ عملاً ختم ہوگیا
حیرت ہے کہ بڑے دائرہ کے بالکل پشت پر اور مشکل سے ۵۰ قدم
کے فاصلہ پر چھوٹے دائرہ میں بھی ایک دالانی مسجد بن گئی ہے
مگر اب نہ مؤذن ہے نہ امام اور نہ مصلی -

حضرت صوفی سید احمد اللہ رحمۃ اللہ کے وصال کے بعد اونکے
چوتے بھائی سید شاہ لقیات اللہ رحمۃ اللہ علیہ سجادۂ نشین ہوئے
اور بائیس برس تک لوگوں نے اونسے فیض پایا - آپ نے سنہ
۱۲۴۲ ہجری میں سفر حج فرمایا اور اوسکے دس برس بعد

سنہ ۱۲۵۲ھ میں رحلت فرمائی - آپ حضرت صوفی روشن علی صاحب کے خلیفہ تھے - آپ اپنے باپ دادا کے ساتھ گنبد میں مدفون ہیں - آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے صوفی سید شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ سجادۂ نشین ہوئے - آپ حسن باطنی کے ساتھ حسن ظاہری کے بھی حامل تھے - (میں نے دائرہ میں آپ کی ایک تصویر قلمی دیکھی ہے) - آپ عفتوان شباب کیوجہ اپنے آبائی اشغال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے - یہ خبر سکر صوفی دلاور علی شاہ رحمۃ اللہ تشریف لائے اور انکے توجہات گرامی سے وہ اپنے والد ماجد کے صحیح قائم مقام بنے - آپ سے بھی بہت لوگوں نے فیض پایا - ۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں انتقال فرمایا اور اپنے آبا و اجداد کے گنبد میں مدفون ہوئے آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے اور میرے مخدوم حضرت صوفی سید شاہ خلیل اللہ رحمۃ اللہ زیب سجادۂ ہوئے - بزرگ صورت بزرگ منشاں اور بزرگوں کے قدم بقدم چلنے والے تھے - حضرت والد ماجد کے خاص کرم فرما اور مجھ پر باپ کے طرح مہربان اور شفیق تھے - آپ فن تعمیر سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے چنانچہ اب جتنی عمارتیں دائرہ میں نظر آتی ہیں سب کی سب حضرت ہی کی تعمیر کردہ ہیں - آبائی گنبد میں جگہ باقی نہیں رہی تھی آپ نے اسے توڑ کر تین گنبد کا روضہ بنوایا - مسجد کا دھرا برآمدہ بنوایا - خانقاہ کی عمارت ہوسیدہ ہو گئی تھی پھر سے تعمیر فرمائی - مہمان خانہ بنوایا - ڈیوڑھی بہت شاندار بنوائی - وضو کیلئے بہت وسیع اور

گہرا حوض بنوایا - میں اکثر حاضر ہوتا تھا - ایک واقعہ سنئے - خبر آئی کہ آپ سیڑھی پر سے گر گئے ہیں، میں فوراً گیا - آپ سوہ القذیہ میں مبتلا تھے اور ڈیوڑھی (نوبت خانہ) بن رہی تھی - آپ بازو پر چڑھ کر استکاروں کی نگرانی فرما رہے تھے - دھوپ تیز تھی، یکایک چکر آیا اور نیچے گر پڑے، سخت چوٹ آئی - میں جب پہونچا تو ہوش آ گیا تھا - عرض کیا کہ حضرت کو اس حالت میں اتنی مصروفیت اور تکلیف فرمانی مناسب نہ تھی - فرمایا کہ ”میان مجھے یہ برداشت نہیں کہ سامنے جو بت خانہ ہے اسکا نوبت خانہ دائرہ کے نوبت خانہ سے بلند ہو جائے، یہ میری غیرت قبول ہی نہیں کر سکتی، وہ بت خانہ ہے اور یہ اسلام خانہ - اسکی باطنی اور ظاہری دونوں سربلندی قائم رہنی چاہئے“ - ایک دن ارشاد ہوا کہ میں ۴۰ برس ہو گئے باپ دادا کے گدی پر بیٹھا ہوں مگر اللہ کا راستہ پوچھنے لوگ کم ہی آتے ہیں جو آتا ہے جہاز پہونک، تعویذ طومار کیلئے آتا ہے - دھاکہ کے بزرگوں اور خاندانوں سے بہت زیادہ واقف تھے - اور اپنے بزرگوں کے وضع کے بہت پابند - آپ سے بھی ایک اردو رسالہ نصف اسرار خلیل نام مطبوعہ یادگار ہے - آپ نے از خود ایک جلد مجھے اجازت نامہ کے ساتھ مرحمت فرمائی تھی جو میرے کتب خانہ کیلئے باعث خیر و برکت ہے - ڈھاکہ کے قدیم شرفاء کے طرح آپ خود بہت عمدہ کھانا پکاتے تھے اور باوجود شدید مصروفیت کبھی کبھی ضرور پکاتے اور مجھے بھی یاد فرماتے - اپنے ہاتھ سے کام کرتے میں انہیں مطلق عار نہیں تھا بہت اچھے قادر انداز تھے۔

آپ نے ۱۴ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۹ھ میں رحلت فرمائی اور اپنے بزرگوں کے قبہ میں آسودہ ہوئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے صوفی سید شاہ لقیٹ اللہ صاحب سجادہ نشین ہیں۔ وہ بھی اپنے بزرگوں کے طرح متوکل اور حضور ہیں۔ اللہ پاک سلامت باکرامت رکھے۔ اونکا ایک اور چوٹا بھائی تھا اون سے سب کو بڑی امیدیں تھیں۔ جوانی میں ایک لڑکا مولوی سید عبد الغفور نامی چھوڑ کر قضا فرمائی اور اسی گنبد میں دفن ہوئے۔

حضرت صوفی سید شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے اور بھی دو بھائی تھے۔ ایک صوفی سید شاہ حفیظ اللہ مغفور۔ میں نے لڑکپن میں اونکی زیارت کی ہے۔ سرخ و سفید نورانی صورت پاؤں سے معزور بزرگ تھے۔ ایک کوٹھری میں تشریف فرما رہتے۔ سامنے اقسام رنگ کی دوایتیں رکھی رہتیں اور دن بھر درود لکھتے رہتے۔ درود کا ایک رسالہ آپ نے چھپوایا بھی تھا اور مجھے بھی ایک نسخہ عنایت فرمایا تھا۔ مخصوص لوگ حاضر ہوا کرتے۔ اونہیں کے صاحبزادے تھے مولوی صوفی سید شاہ عبید اللہ متخلص بصوفی۔ اخیر اخیر میں یہ بھی خانہ نشین ہو گئے تھے۔ اون سے اردو مونثات سماعی پر ایک رسالہ مطبوعہ لکھنؤ تہذیب اللہجات نام یادگار ہے۔ شاہ حفیظ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۱ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۴ ہجری میں اور شاہ سید عبید اللہ صاحب نے ۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۳ ہجری میں رحلت فرمائی۔ معنی گنبد میں یہ دونوں حضرات آسودہ ہیں۔

اس خانقاہ کے ساتھ ایک مخصوص قبرستان ہے جہاں بڑے بڑے اکابر مدفون ہیں چنانچہ شمس العلماء مولانا عبد السلام فرید

پوری، مولوی حاجی عبد الکریم خاکی مصنف کتب متعددہ، میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد شاہ اخونزادہ اور مولوی ابو موسیٰ احمد الحق عثمانی وغیرہم بہت سے عالم و بزرگ یہاں آسودہ ہیں۔

اس خانقاہ یا دائرہ کی یہ خصوصیت اب تک قائم ہے کہ صاحبِ سجادہ سوائے حج کے کبھی دائرہ سے باہر قدم نہیں رکھتا ہے اور یہ حسنِ ادب بھی قدیم وضع داری کا طرہ امتیاز ہے چونکہ حضرت صوفی سید محمد دائم قنس سرہ العزیز شروع میں شاہ عبد الرحیم شہید کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر ہوئے تھے اسلئے یہ رسم چلا آتا ہے کہ اس خانقاہ سے ایک شمع اور ایک روپیہ حضرت شہید کے ہر عرس پر بھیجا جاتا ہے (شاید اب کسی وجہ سے بند ہو۔)

اس خانقاہ میں بزرگوں کا اندوختہ ایک کتب خانہ بھی ہے جسمیں بہت سے نوادرات کے سوا ایک بہت ہی پاکیزہ خطِ مطلق مذهبِ قرآن پاک بھی ہے جسمیں دہاکہ کے تمام قضات کی (از عالم گیر تا شاہ عالم) مہرین ثبت ہیں۔ بہت نایاب نسخہ ہے۔ اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جو حضرت صوفی سید وجہ اللہ سے شروع ہوا ہے اب تک جاری ہے، چنانچہ موجودہ سجادہ نشین نے بھی اپنے بزرگوں کا حال ’مژدہ فضل حق‘ نام اردو میں لکھ کر چھپوا دیا ہے اور انکے صاحبزادے اور ولی عہد مولوی صوفی سید فیض اللہ، اعطاء اللہ مایتمنا بھی ایک چھوٹے سے رسالہ کے مولف ہیں۔ اس خانقاہ میں اب تک جتنی تصانیف ہوئی ہیں سب کا ذکر میری کتاب ثلاثہ غسالہ میں درج ہے۔ من شافیرجع الیہا •

مزار کوچہ عظیم پورہ

اگر چودھری بازار کی طرف سے عظیم پورہ جائیں تو داہنے جانب سڑک کے کنارے درمزلہ مسجد کے سیڑھیوں کے سامنے ایک قبر نظر آتی ہے - یہ فاضل انغلن ہائی مسجد کی قبر ہے - مسجد سنہ ۱۱۲۱ھ ہجری میں بنی ہے جسکا ذکر میرے رسالہ 'مساجد دھا کہ' میں ملیکا •

مزار مہادی قلعہ اورنگ آباد

قلعہ کی دہسں جو سڑک ہے اسکے اتر ایک مختصر احاطہ کے اندر دو پکی قبر نظر آتی ہے ان میں ایک منشی محمد لال اور دوسری اونکی بیوی کی ہے - منشی محمد لال کا مکان بھی یہیں تھا - اونہیں کے پوتے تھے منشی آفتاب الدین محمد مرحوم جو کونی پازہ میں جا بسے تھے - اونہیں کے لڑکے ہیں منشی شہاب الدین محمد جو کھیل گاؤں یونیس بورڈ کے صدر ہیں - خدا زندہ اور خوش رکھے •

مزار نور الدین حسین

شاہ باغ کے اندر جو گول نالاب ہے اسکے مشرقی جانب ایک بارہ دری ہے اس میں اونکی قبر ہے - یہ نواب نصرت جنگ کے یہاں معمر کے زمانے میں کتاب خوانی کرتے تھے اور شاہ نورا کہلاتے تھے - یہاں اونکی بہت سی زمیں تھی اور یہ محلہ بازار نور خان کہلاتا تھا - اونکے بیٹے نے ساری زمیں نواب سر عبد الغنی کے پاس فروخت کرتے ہوئے یہ شرط کرائی کہ اونکے باپ کی

قبر پر ایک پختہ بارہ درمی بقائے جاے - اونکی اولاد سب کی سب اہل سنت ہے مگر اونکے پوتے کو میں نے دیکھا کہ بھٹیال مرثیہ، مرثیہ خوانوں کو لکھ کر دیتے تھے اور منشی غلام مولیٰ مرحوم کو یہ شوق اونہوں نے ہی دلایا تھا - بھٹیال مرثیہ درحقیقت یہاں مرشد آباد سے آیا ہے - جسے نواب نصرت جنگ وہاں سے لے لے ہین میر شیر علی افسوس نے بھی اسکا ذکر کیا ہے - صرف کذاب خوانی سے نور اشاہ کو شیعہ قرار نہیں دیا جاسکتا کہ اوس عہد میں محمد حسین عاصی تخلص ایک شاعر گزرے ہین وہ بھی کذاب خوان تھے اور اسی سرکار میں ملازم تھے مگر بالتحقیق معلوم ہے کہ وہ سنی تھے اور نواب نصرت جنگ کا خاندان اگرچہ قمی الاصل تھا لیکن اوس عہد کی شیعیت اتنی متعصب نہ تھی بلکہ خود نواب نصرت جنگ بھی سنیوں سے بہت مراسم رکھتے تھے اور بہت سے سنی اونکے سرکار میں ملازم تھے - و اللہ اعلم بحقیقت الحال *

اشاہ صاحب از مسجد گور شہید

نام کسی کو بھی معلوم نہیں - اونکو خط لکھنے کی عادت بہت تھی اور وہ جب کسی کو خط لکھنے تو دستخط کی جگہ ”از مسجد گور شہید“ لکھتے تھے - اسلئے لوگ اونکو ”اشاہ صاحب از مسجد گور شہید“ کہنے لگے - وہ یوپی کی دیہات کے رہنے والے معلوم ہوتے تھے - آدمی کم سواد تھے مگر بہت ہوشیار اور کاروباری شخص تھے - تقریباً پینتالیس برس ہوئے وہ مسجد گور شہید کے تختی کمروں میں آکر رہے - اوس عہد میں یہ مسجد بالکل ویران

تھی اور اطراف بھی خامہ ویران تھا - تقریباً سنہ ۱۹۱۲ء میں کسی طرح وہ نواب سر سلیم اللہ مرحوم کے یہاں پہونچے - نواب مرحوم کو ایک بیماری تھی کہ سال دو سال اور کبھی مہینہ چھ مہینہ کے اندر ایک کو چھوڑ کر دوسرے کسی شاہ جی کے معتقد ہو جاتے تھے - انکا زمانہ سب سے طویل ہوا یعنی تقریباً اڑھائی سال دور دورہ رہا - اخیر میں ان سے بھی بے اعتقاد ہو گئے تھے مگر ایک خاص وجہ سے رسم جاری تھا اور نواب رسی کیلئے ان تک لوگ بھی پہونچتے رہتے تھے -

مسجد مذکور کے پورب بانیہ مسجد کی قبر ہے - اس قبر کے پہلو میں شاہ جی مذکور کو بھی دفن کیا گیا -

نواب مرحوم کے بعد بھی کچھ دنوں یتیم خانہ کے وہ منتظم رہے مگر جب یتیم خانہ جو درحقیقت نواب مرحوم کی زندگی ہی میں خواجہ عزیز اللہ مرحوم نے بنایا تھا ایک مضبوط انتظامیہ کمیٹی کے ہاتھ میں آ گیا تو بچارے زندگی ہی میں بے نام و نشان ہو گئے - ابھی کوئی دس گیارہ برس ہوئے انکا انتقال ہوا - اللہ مغفرت فرمائے •

گور شہید یا گھوڑا شہید

یہ جو سر سلیم اللہ یتیم خانہ کے دکن پورب سرائے ایک پکی قبر نظر آتی ہے میں نے اپنے لڑکپن میں یہاں کوئی پکی قبر نہیں دیکھی تھی یوں کہنے کو یہ ساری زمین ہی قبرستان تھی اور پارٹیشن تک یہ پورا قطعہ بطور قبرستان استعمال بھی ہوتا تھا - ادھر کو تقریباً بیس برس سے دیکھتا ہوں کہ یہاں ایک پکی

قبر بنگئی ہے - آہستہ آہستہ چراغ دان بھی بنگیا ہے اور کچھ زمین قبر کے پہلو میں پختہ ہو گئی ہے - شامیانہ بھی سایہ نگیں رہتا ہے - دریافت سے کوئی قابل اندراج حال معلوم نہیں ہوا - مگر اس قبر سے ذرا پورب دکھیں ہر سوراہہ میں نے لڑکپن بلکہ جوانی تک ایک چبوترہ دیکھا ہے جو تین طرف سے کمر کمر دیوار سے محسوس تھا - اس چبوترے پر مٹی کے چھوٹے چھوٹے گھوڑے رکھے نظر آتے تھے، مگر یہ سارے گھوڑے لنگڑے ہوتے تھے یعنی اونکی ایک ٹانگ توڑ لی جاتی تھی - جو لوگ اپنے دشمن کو نقصان پہونچانا چاہتے تھے وہ کچھ خاص رسم کے ساتھ ایک مٹی کا گھوڑا لا کر اس چبوترے پر اوسکی ایک ٹانگ توڑ دیتے تھے - ممکن ہے کہ وہ چبوترہ اب بھی ہو لیکن یہ رسم موقوف ہے - مابین یتیم خانہ و مسجد حاجی بیگ دونوں سڑکوں کے درمیان جو زمین ہے اوسکے اتر جانب شہزادہ میاں مرحوم کے باغ کی دیوار سے متصل ایک ٹیلہ سا تھا - اسکو لوگ کسی بزرگ کا مزار سمجھتے تھے اور جو لوگ اس قبرستان میں پہونچتے وہ اس قبر پر ضرور فاتحہ پڑھتے تھے -

ڈھاکشوری روڈ اور گور شہید کی سڑکوں کی تقاطع کے کچھ ہی پیچم اتر دیوار کے ساتھ کسی بزرگ کا مزار تھا مگر کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا اور نہ اب آتا ہے مگر حضرت مولانا بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب ڈھاکہ آئے اور اس راستہ پر سے گزرے تو اونہوں نے بیان فرمایا کہ ادھر سے گاڑی دکھیں طرف دبا کے نکالی جائے کہ ادھر ایک بزرگ آسودہ ہیں - تب سے بہت لوگ اس پر عمل کرتے ہیں

بلکہ پیدل بھی ذرا دبکر چلتے ہیں مگر اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں دکھن جانب ایک گنبد کی چھوٹی سی مسجد کے دکھن جو دو قبریں ہیں ایک بائیں مسجد کی اور دوسری یوسف خلیفہ مرحوم کی۔
ہیں جو توپی فروخت کرتے تھے اور نو دولت آدمی تھے •

شہ سید برہان اللہ قادری مغفور

شہ سید برہان اللہ مرحوم مغفور بغدادی کہلاتے تھے مگر انکی ولادت ملایا کی تھی - میرے لڑکپن میں وہ ڈھاکے آے اور جمعراتیل کی گلی میں رہنے لگے - مومے مبارک کی زیارت کراتے اور اپنے یہاں فاتحہ دوازدہم میں میلاد شریف دھوم دھام سے کراتے تھے - انکے اردر نعت کا پہلا دیوان بمبئی میں چھپا ہے اور دوسرا دیوان ڈھاکہ کی پیداوار ہے جو کلکتے میں چھپا ہے - لباس عرافی پہنتے، بڑے خوش مزاج اور ظریف الطبع تھے - تصوف میں بھی ایک رسالہ یادگار ہے - مچھپر بڑے مہربان تھے - فرید پور اور مانک گنج میں انکے مریدین بہت تھے - اخیر میں محلہ مسجد بہات میں رہنے لگے تھے اور یہاں انہوں نے ایک خانقاہ بھی بنالی تھی - تقریباً سنہ ۱۳۲۱ بنگلہ میں رحلت فرمائی اور اپنے خانقاہ میں دفن ہوئے - سید محمد میراں ہونہار بیٹا جوان مرگی کا شکار ہوا، دوسرا بھی ایک بیٹا رکھکر راہی عدم ہوا - تیسرا بیٹا زندہ ہے جو باپ کے مقرر کردہ رسومات کو بقدر استعداد انجام دیتا ہے، خدا توفیق خیر عطا فرمائے -

میں نے اس کتاب میں ایک جگہ بنگال کے سلسل پر کچھ لکھا ہے مگر وہ ناتمام ہے - یعنی قادریوں کے بارے میں لکھنا باقی رہ گیا ہے - حقیقت یہ ہے کہ قادری بھی بنگال میں قدیم الایام سے رہتے ہیں - حضرت شاہ قمیص ابن شاہ سید ابی الحیات حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی قدس اسرارہم کے اولاد میں سے تھے - شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ بنگال میں پیدا ہوئے تھے مگر ان کے مسترشدین کا حلقہ بہت ہی وسیع تھا چنانچہ ان کا وصال سنہ ۹۹۲ھ میں بنگالے میں ہوا - مگر ان کے مریدین نعلش بنگال سے سادھوڑے ضلع انبالہ لیکئے - آج وہیں ان کا مزار زیارت گاہ خلائی ہے - یزار وینبرک بہ •

مزار حافظ عبد الحمید مرحوم مغفور

حافظ صاحب اسی شہر کے باشندے تھے، محلہ ہزاری باغ میں رہتے تھے - حاجی محمد قابل مرحوم کے لڑکے تھے اور لڑکپن سے نیک تھے - وہ مولانا محمد عارف مرحوم خلیفہ مولانا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے - میلاد خوانی سے کمال شوق تھا - ایک بنگلہ اور تین اردو کتابوں کے مصنف تھے - ستر برس سے زیادہ عمر پائی - ۲۲ ذی قعد سنہ ۱۳۳۸ ہجری میں وفات پائی اور ہزاری باغ کی مسجد میں مدفون ہوئے - بڑے خوبیوں کے آدمی تھے - ان کی اولاد میں ایک لڑکا ڈاکٹر برہان الزمان صدیقی لوگوں میں روشناس ہے - خدا سلامت رکھے •

حیات باغ کی قبرین

دائرة عظیم پورہ کے دکن ایک احاطہ جو پلہ بڑاسا تھا اوسمین الگ ایک قطعہ گھیر کر اوسکا نام حیات باغ رکھا گیا ہے ۔ اسمین متعدد قبرین تھیں مگر اب پلہ سے کم رھکئی ھیں ۔ بہت صاف ستھری جگہ ھے اور اب ایک کوٹھری بھی پھان بڙگئی ھے ۔ محمد حیات مرحوم مسئلہ بڑا کٹھرہ کے رھنے والے تھے بہت لڑکپن سے ناٹک کا شوق تھا اور اسی تقریب سے وہ مرزا ولی جان صاحب تخلص اثر کے پاس رھنے تھے کہ مرزا صاحب کو ڈرامہ لکھنے اور اوسکو اسٹیج کرائے سے بہت شغف تھا ۔ محمد حیات نکه سکھ سے درست تھے اور اپنا پارٲ بھی اچھا ادا کرتے تھے ۔ ڏهاڪه والے کہ نام نکالنے اور خطاب بخشنے میں بڑے سخی ھیں مرزا صاحب کے پھان رھنے کے وجہ سے لوگ اونکو بھی مرزا حیات کہنے لگے ۔ خطاب بخشی قدیم عادت ھے اسکی نظیر اور بھی ھے مثلاً ایک شخص تھے شیخ عمر جان جو بوز ھے ھوکر ۳۰ برس ھوے مرے ھیں ۔ یہ بیٹے تھے شیخ احمد جان شیشہ گر کے ۔ عمر جان میر امیر علی نائب تخلص کے جو بڑے کٹھرے میں رھتے تھے اور شیعہ زمیندار تھے بڑے دوست تھے اور اونھیں کے پھان رھتے سہتے تھے ۔ لوگ اونکو بھی اسی تقریب سے میر عمر جان کہنے لگے اور وہ خود بھی میر لکھنے لگے ۔ اب اونکی اولاد بھی میرھی کہلاتی ھے ۔

یہ بڑی مسرت کی بات ھے کہ سردار عبد القادر جو محمد حیات مرحوم کے خلف اکبر ھیں اپنے باپ کی قبر کو بہت آراستہ رکھنے ھیں اور اس امر میں اونکا مد مقابل کوئی نہیں انکے چھوٹے بھائی

فقیر محمد مرحوم جنہوں نے ابھی انتقال کیا ہے وہ بھی یہاں مدفون ہیں انکا نام محمد حیات مرحوم نے اپنے مربی مرزا ولی جان مرحوم کے بیٹے کے نام پر فقیر محمد رکھا تھا - خدا بخشے کیسے محسن شناس لوگ تھے میرے پرانے عطار میان محمد صدیق اور ایک مصلح اخلاق نوجوان علیم الدین بھی یہیں دفن ہیں - اللہ مغفرت فرمائے - شیخ محمد حیات مرحوم بہت سنجیدہ، اردو خوان اور خوش نصیب تھے کہ اخیر عمر انکی بہت اچھی طرح بسر ہوئی اللہم اغفرہ و ارحمہ *

دولتی بازار کے مزارات

دولتی بازار قلعہ ال باغ کے مغربی پشت پر ماہی فروشوں کا ایک قدیم محلہ ہے - یہاں ایک گنبد کی ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے - اس مسجد کے دکنے جانب کئی پکی قبریں ہیں - ممکن ہے کہ بانی مسجد اور انکے اقربا کی یہ قبریں ہوں مگر نام کسیکا معلوم نہیں - مسجد پر تاریخ بھی نہیں ہے - یہ ماہی فروش جو بہت مختصر تعداد میں یہاں رہتے ہیں ان قبروں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور بڑی عقیدت رکھتے ہیں *

مضافات شہر

یعنے تھانہ جات تیز گاؤں، فتح اللہ اور

نارائین گنج کے مزارات

شہر سے جتنے راستے مختلف سمت جاتے ہیں ان میں سب سے بہتر سڑک نارائین گنج کی ہے جو تقریباً بوڑھی گنگا کے ساتھ ساتھ نارائین گنج پہنچتی ہے۔ دوسری بڑی سڑک میمنسنگہ روڈ ہے جو تقریباً ٹونگی تک بہت اچھی حالت میں ہے۔ تیسرا راستہ میروپور کا ہے جو سہار تک جاتا ہے اور میروپور تک یہ سڑک بھی پختہ ہے۔ چوتھا راستہ سجن پور (شاہجہاں پور) کا ہے جو بالونڈی تک جاتا ہے۔ یہ بھی کچھ دور تک اچھا ہے۔ پانچواں راستہ اولان کا ہے۔ یہ بھی کچھ دور تک اچھا ہے۔ ساتواں راستہ متوائیل کا ہے، یہ بھی قاضی باغ تک اچھی حالت میں ہے۔ یہ سب دور دور تک پہنچانے والے راستے ہیں ورنہ چھوٹے چھوٹے راستے اور بھی بہت ہیں۔ ان میں میمنسنگہ روڈ سب سے لائبا راستہ ہے اور میرے خیال میں یہی شیر شاہی سڑک ہے۔ اس راستہ پر کئے سرے کا نام مجھکو معلوم ہے یعنی کاروان سرا جو اب صرف کاروان کہلاتی ہے اور دوسرا کالوسرا ہے یعنی کلان سرا۔ جو تیز گاؤں تھانہ سے ۲ میل اتر ہے۔ اس کے بعد درازی میں میروپور بڑا ہے کہ سہار تک یہ سڑک جاتی ہے۔ اس راستہ پر ایک سرے ہے مکروہ شاہی راستے پر ہے۔ یہ راستہ جو اب چلتا ہے نیا ہے۔ شاہی راستہ پر جو سرے تھی اوسکا نام

سراے بیگم تھا۔ دوسرا بڑا راستہ نارائین گنج روڈ ہے۔ اس کے مشرقی سرے پر بھی ایک سراے تھی۔ ریل کھلنے کے بہت قبل سراے غائب ہو چکی تھی، صرف چاہ (کنوان) رہ گیا تھا اور یہ کنوان چاہ سراے کہلاتا تھا، پھر یہ جگہ چاہ سراے کہلانے لگی۔ اسٹیشن کا نام چاشارا رکھ دیا گیا کہ ہنگلہ زبان میں 'س' کے بدلے 'ش' ہی کی آواز پیدا ہوتی ہے یعنی چاہ سرا۔ یہ سراے یقیناً شیر شاہ کی بنوائی ہوئی تھی۔

حضورت شہانہ نوری قدس اللہ اسرارہم

آپ اس شہر کے قدیم باشندے تھے۔ مکان آپ کا محلہ بابو پورہ میں تھا۔ جہاں آپ کے والد ماجد مولانا شیخ عبد اللہ مجددی اور دادا مولانا شیخ غلام محمد مجددی رحمۃ اللہ علیہما رہتے تھے۔ آپ کی سنہ ولادت معلوم نہیں ہو سکی۔ آپ نے اپنی کتاب ”کبریٰ احمد“ میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ لڑکپن میں پڑھنے کیلئے شائستہ خان کے مدرسہ میں جایا کرتے تھے۔ (یہ مدرسہ پاکہر تلی کے کٹہرے میں تھا جہاں اب ایڈن ہسپتال ہے) اور گھر میں اپنے والد ماجد کے درس میں بھی شریک ہوا کرتے تھے جہاں بہت سے طالب بھی پڑھتے تھے۔ ان تلامیذ کی ایک مختصر فہرست بھی ”کبریٰ احمد“ میں موجود ہے۔ ڈھاکہ سے وہ مرشد آباد موتی جھیل کے مدرسہ میں پڑھنے گئے۔ یہاں حضرت باگھو دیوان قدس سرہ العزیز کی شہرت سنکر ان کی خدمت میں جا کر طالب بیعت ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تعلیم حاصل کر کے آؤ تب تمہاری بیعت قبول کی جائیگی۔ کبریٰ احمد

میں لکھتے ہیں کہ میرا سارا خاندان مجددی ہے مگر میری
 قابلیت کی طرف کشش تھی - فراغت تعلیم کے بعد وہ پہر حضرت
 شاہ حفیظ الرحمن عرف باگھو دیوان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت
 میں حاضر ہوئے اور بیعت فرمائی - وہیں تعلیم باطنی کیلئے مدتوں
 مقیم رہے اور مجاز طریقت بنکر واپس آئے - یہ معلوم نہیں کہ
 تکمیل کے بعد کس سنہ میں ڈھاکہ آئے - مگر کبریت احمر کی
 اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت دیوان صاحب کی
 وفات کے دیر سے سال پہلے ڈھاکہ آئے - چونکہ حضرت دیوان صاحب نے
 ۲۵ ذی قعد سنہ ۱۱۹۵ھ میں رحلت فرمائی تو گویا آپ سنہ ۱۱۹۳ھ
 کے کسی مہینے میں ڈھاکہ آئے - بعد وصال دیوان صاحب علیہ الرحمة
 شاہ نورى قبلہ چند بار زیارت مزار مرشد کیلئے تشریف
 لیگئے ہیں -

یہ معلوم ہے کہ حضرت کے والد ماجد مولانا شمیم عبد اللہ
 اسوقت بقید حیات تھے - اونہیں کی ہدایت سے آپ بابو پورہ
 چھوڑ کر مغ بازار میں شاہ شکر کی مسجد میں مقیم ہوئے -
 حضرت شاہ نورى بہت بڑے عالم اور اپنے وقت کے اولیا کبار میں سے
 تھے - وہ نظم و نثر دونوں پر قادر تھے اور ساتھ ہی اچھے خوشخط
 بھی تھے - میرے پاس آپ کی تحریریں موجود ہیں -
 فارسی زبان پر بڑی قدرت تھی - کبریت احمر میں اپنے
 مرشد کے ملفوظات جمع فرمایا ہے - بنکال بھر میں وہ
 اس امر میں متفرد ہیں کہ اونہوں نے اپنے پیرو بھائیوں کا حال بھی
 لکھا ہے - مرشد کے حالات اور کمالات پر روشنی بھی ڈالی ہے - سلاسل

کی پوری تفصیل بتلائی ہے۔ اونکے عہد میں مغ بازار میں بڑی رونق تھی اور اونہیں کے عہد سے مغ بازار میں باوجودیکہ شہر سے باہر ہے وہاں اردو کا چرچا پھیلا جو اب تک باقی ہے۔ ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۰۰ھ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ نساخ مرحوم کی تاریخ سنئے :-

شاہ نوری وحید عصر کہ بود + حامی دین و ملت احمد
گفت نساخ سال تر حیلش + پشت پا بروے دنیا زد
۱۲۰۰ھ ہجری

مزار احاطہ کے اندر ہے، یہاں اور بھی بہت سے اکابر اور اہل خاندان مدفون ہیں۔ سالانہ عرس ہوتا ہے۔ نور اللہ ضریحہ۔

حضرت جامع سلاسل تھے۔ قادریہ، نظامیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، فروریسیہ کی اجازت تھی مگر بیعت طریقہ قادریہ کی لیتے تھے۔ آپ کے جانشین آپ کے صاحبزادے شاہ محمدی صاحب ہرے جنکا ذکر اپنی جگہ ہوگا۔ آپ نے اپنے جن پیر بہایوں کا ذکر کبریت احمر میں لکھا ہے اور میں سے میں ڈھاکہ کے کچھ حضرات کا مختصر حال لکھتا ہوں۔ نیک نام رفتگان ضائع مکن۔

شاہ محمد ثقیؒ دیہات کے باشندے تھے۔ بڑی ریاضت کی تھی۔ چلے حضرت شاہ نوری صاحب کے ساتھ رہتے تھے اور معلوم ہوتا ہے وہ انکے والد کے شاگرد بھی تھے۔ رسالہ شطاریہ کی خاص سند بھی مرشد سے حاصل کی تھی۔ اور حرز ایمانی کی تحشہ بھی فرمانی تھی۔ اچانک ایک دن غائب ہو گئے پھر پتہ نہیں ملا۔ خدا رحمت کرے۔

شیخ شرف علی—یہ بھی دیہات کے رہنے والے تھے۔ چلے
سپاہ گری کا پیشہ کرتے تھے کہ داعیۃ حق پیدا ہوا۔ مرید
ہوئے اور ہمیشہ اذکار اور مجاہدہ میں مصروف رہے۔ اپنے گاؤں
میں رحمت کی۔ اللہ رحمت فرمائے۔

ملا محمد بدیع—شیخ شرف علی کے بھائی تھے۔ بڑے
ذاکر اور شافل تھے۔

حاجی محمد احمد—یہ بھی دیہات کے رہنے والے تھے۔
لڑکپن سے قصبہ باگہ میں مرشد کی خدمت میں رہتے تھے۔
حضرت کی رحلت کے وقت بھی موجود تھے۔ آستانہ کی
چاروب کشی کا شغل محبوب تھا۔

حاجی الماس—اصلًا حبش کے رہنے والے تھے۔ جروانی
میں حج بھی کر آئے تھے۔ قلعة لال باغ کے قریب رہتے تھے۔
مرد کاسب و صاحب ذوق و شوق تھے۔

شیخ محمد مقیم—محلہ لال باغ ڈھاکہ کے رہنے والے تھے۔
مرد بزرگ و صالح و متقی تھے۔

خوندگار شمس اللہ—قصبہ کوردیہ متصل الایچی پور کے
باشند۔ اور مرد عابد و زاہد تھے۔

محمد قریش و شیخ نصر اللہ و محمد اشرف—یہ تینوں قصبہ
الایچی پور کے رہنے والے تھے۔ سب اچھے لوگ تھے، خدا ان پر
نزول رحمت فرمائے۔

شالا بیبرم رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار کوئی پارہ (تھانہ تیز گاؤں) میں سڑک کے دکن جانب ایک پختہ احاطہ کے اندر ہے۔ نام ہی سے قدامت ظاہر ہے کہ ایسے نام عہد افغانہ ہی میں ہوتے تھے۔ قاسمی لوگ بہت احترام کرتے ہیں۔ ادھر کے لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اور لوگوں نے مزار کے پائین اکثر شیر دیکھا ہے مگر یہ کچھ بعید نہیں کہ شیر ان اطراف میں آج تک نظر آئے اور مارے بھی جاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پچھلے مزار پر ایک سنگی کتبہ بھی تھا۔ اس کتبے کے دیکھنے والے بہت لوگ موجود ہیں مگر کتبے کا پتہ نہیں ملتا *

چاے شالا مرحوم

صحیح نام کسیکو بھی معلوم نہیں۔ چونکہ چاے بہت پیتے تھے اسلئے لوگ چاے شالا کہنے لگے۔ بنگال کے رہنے والے نہیں تھے۔ میمنسنگہ میں شادی کر لی تھی مگر زیادہ تر دہاکہ میں خواجہ احمد بخش مرحوم کے یہاں رہتے تھے جو انکے مرید خاص تھے۔

تیزگاؤں اسٹیشن کے راستے کے سرے پر ایک ٹیلہ پر اونکی قبر ہے۔ دوسری قبر خواجہ احمد بخش مرحوم کی ہے۔ تاریخ رحلت معلوم نہیں ہو سکی *

ٹونگی شالا مرحوم

اس نام کے یہاں کوئی فقیر کبھی رہتے تھے۔ نام معلوم نہونے کیوجہ سے چونکہ ٹونگی میں رہتے تھے، ٹونگی شالا مشہور

ہو گئے ۔ یہ محض غلط ہے کہ ٹونگی کا پل جو آج بھی شکستہ نظر آتا ہے ٹونگی شاہ نے بنایا تھا ۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ہگلے کا پل اور ٹونگی کا پل دونوں معظم خان خان خاں کا بنوایا ہوا ہے ۔ یہ عہد عالم گیری کا واقعہ ہے ۔

یہ مزار ندی کے دکن ساحل پر گذارہ گھاٹ کے سڑک کے پچھم ایک کہیت کے بیچ میں ہے اب کم لوگ جانتے ہیں کہ یہ کسکی قبر ہے مگر احترام سب ہی کرتے ہیں *

حاجی رسول شاہ مرحوم مغفور

افغانستان کے رہنے والے تھے ۔ پچاس سال سے ڈھاکہ میں مقیم تھے ۔ مجرد تھے ۔ بڑے کاسب و شاعر تھے ۔ مزاج میں حدت بہت تھی ۔ ہر جمعہ کو ہماری مسجد میں جمعہ پڑھنے آتے اور اپنا فرض ادا کر کے خاموشی کے ساتھ چلے جاتے ۔ جناب چودھری غلام ستار صاحب اونکی خبر گیری کرتے تھے اور اونہیں کے یہاں ایک کوٹھری میں پڑے رہتے تھے ۔ بتاریخ ۲۲ رجب سنہ ۱۳۵۴ھ جاری مرض فسق میں انتقال کیا اور سات گنبد کی مسجد کے متصل مشرق دفن ہوئے ۔ قبر بڑی پرنضا جگہ میں واقع ہے ۔ چودھری صاحب ممدوح نے پکی بنائی ہے ۔ خدا اونکی تربت عنبریں رکھے *

مزار در باغ دام

میمڈنگہ روڈ کے دسوان میل کے بعد مسٹر دام کا ایک باغ تھا ۔ یہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے ۔ باغ کے کنارے بر سر راہ یہ بختہ قبر ہے مگر اب باغ میں ایٹروم بن گیا ہے ۔ قبر پر شامیانہ ۔

آج بھی موجود ہے - یہاں کبھی کوئی پکی قبر تھی کوئی نہیں جانتا تھا - جب دام نے یہ زمین خریدی اور صفائی کرائے کیلئے مزدور لگایا تو یہ قبر دیکھائی دی - مسٹر دام نے حکم دیا کہ اسکو توڑ کر زمین برابر کر دی جائے مگر ایک ہی دن میں تین مزدور پہاڑ چلائے ہوئے مونہہ سے خون آتے ہوئے مرے تو مزدوروں نے کام سے انکار کر دیا آخر مسٹر دام نے قبر توڑنے کے بدلے اچھی طرح مرمت کرائی - تب سے ہر جمعرات کو ۱۴ شمع اور کچھ اگر کی بتیاں اونکے سرکار سے آتی ہیں - شامیانہ مقامی مسلمانوں نے لگا دیا ہے - ادھر کے لوگ اب بہت احترام کرتے ہیں •

پنچھی شالا رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار پاندو ندی کے اتر پار ایک مختصر ٹیلہ پر ہے - لوگ زیارت کیلئے ندی پار ہو کر عنبر کے پل پر سے جاتے ہیں لیکن جارے میں یہ ندی اکثر خشک ہو جاتی ہے اسلئے ادھر سے بھی لوگ جاتے ہیں - ام کٹھل کے زمانے میں یہاں لوگ زیادہ آتے ہیں •

چیفنی کنڈکا شالا مرحوم

میمنسنگہ روڈ پر نکڑول پارے نامی گاؤں میں یہ مشہور مزار ہے - مقامی لوگ بہت احترام کرتے ہیں مگر کسیکو حال معلوم نہیں •

شالا شکسر رحمۃ اللہ علیہ

مغ بازار کی بڑی مسجد سے تقریباً ۳۰ گز اتر پچھم ایک گل آچین کے سایہ میں آپکا مزار ہے - پائین کمانی کے کئی پیڑ ہیں - مقامی لوگ زیارت کیلئے بہت جاتے ہیں لیکن شہر والے کم

جانتے ہیں - مسجد مذکور آپا ہی کی بنوائی ہوئی ہے اور یہ وہی مسجد ہے جس میں حضرت شاہ نور علی قدس سرہ بابو پورہ سے آنکر معتكف ہوئے تھے -

آج اس مسجد کا کتبہ مسجد کے اندر ایک طاق میں رکھا ہوا ہے اور مسجد پر جو کتبہ لگا ہوا ہے وہ اسی مسجد کا ہے جو مغ بازار روڈ پر کبھی تھی اور اب بے نام و نشان ہو گئی ہے - اسے حاجی شاہ شمس الدین صاحب مرحوم اُٹھا لے تھے اور غفلت سے اس مسجد پر لگا دیا گیا - میں بغیر احتیاط شاہ شکر کی مسجد کا کتبہ یہاں نقل کرتا ہوں، اس سے آپکا زمانہ بھی معلوم ہو جائیگا :-

بذائے مسجد عالی نمودہ شاہ شکر
ہو وقت خوش قرآن اللہ اکبر
بجستہ سال تاریخش خرد گفت
چون ہزار و یک صد و چہل گشت اظہر
۱۱۴۰ ہجری

مزار دوسرے کلان

میں سننگہ روڈ کے چھٹے میل پر سڑک کے پورب درختوں کے جھنڈ میں ایک تالاب کے اتر جانب دو پکی قبریں ہیں - یہ قبریں ایک حظیرہ میں ہیں - عام لوگ اس جگہ کو کالو سراے کہتے ہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ کلان سراے ہے - یہاں تک شہر تھا کہ اسی گاؤں کے اتر شاہی رمنہ ہے - اور اب جس بازار کو ہم آپ کاروان کا بازار کہتے ہیں - میں بیان کر چکا

ہوں کہ یہاں ایک کاروان سرا تھی - ایک قبر کھرنی کے نیچے ہے اور دوسری پیدل تلے - حظیرہ میں جو اینٹ لگی ہے یہ بہت پرانی ہے - میرا خیال ہے کہ یہ مزارات عہد افغانہ کے ہیں - ادھر کے لوگ یہاں بہت آتے ہیں اور نذر و نیاز چڑھاتے ہیں بلکہ بنظر عقیدت اسے چھوٹا مغ بازار کہتے ہیں - یزار وینبرک بہ *

شالہ کروت

عزبر کے پل اور مغ بازار کے بیچ میں پاندو ندی کے دھن کفارے یہ پکی قبر ہے - قبر مذکور ایک طرف کچ ہے اسلئے لوگ شالہ کروت کہتے ہیں اور یہ کرامت منسوب کرتے ہیں کہ ہر سال قبر داہنے سے بائیں اور بائیں سے داہنے کروت لیتی ہے مگر تجربہ کاروں نے تجربہ کر کے بیان کیا ہے کہ یہ محض گپ ہے - اندونوں لوگ بہت کم جاتے ہیں مگر ہمارے لڑکپن میں مرد سے زیادہ عورتیں خاص کر برسات کے دنوں میں جایا کرتی تھیں - صاحب مزار کا نام کسی کو معلوم نہیں مگر اس میں شک نہیں کہ یہ قدیم مزار ہے - رحمة اللہ علیہ *

شالہ کبیر کی درگاہ

کرمی ٹولہ اسٹیشن کے پورب اتر شالہ کبیر کی درگاہ ہے - اصل نام کبیر خان ہے - خاندیس کے فی اختیار رئیس تھے اور شاہی باغی - شالہ جہان کے عہد میں گرفتار کر کے یہاں جلاوطن کر دئے گئے اور ایک چھوٹی سی جاگیر بھی دیدی گئی - وہ یہیں ہے

بس گئے تھے - اونکی اولاد اب بھی موضع اترکھان میں بسنی ہے -
خاندان میں تین شاہی سندیں تھیں - یہاں اونکے خاندان کے سوا
دیگر افراد کی قبریں بھی ہیں - ایک چھوٹی سی کچی مسجد
بھی ہے جو پکی ہو رہی ہے - مجاروں کا ایک خاندان بھی
آباد ہے *

شاه علی بغدادی قدس سرہ

شہر سے تقریباً سات میل پچھم اتر میرپور کی مشہور بستی
ہے یہیں تعلقہ مسندخان میں آپ کی درگاہ ہے - آپکا مزار ایک
قدیم مسجد کے اندر ہے - یہ مسجد سنہ ۸۸۵ ہجری میں بنی
تھی - پہلے یہ کتبہ جو خلاف معمول گنبد کے اتر جانب لگا ہے
ملاحظہ فرمائیے :-

ابن خاک چو شد نخست مسجد

سال تاریخ آن ضفہ ہود
۸۸۵

در سال ظفہ ز دور گردون
۹۸۵

شد بار دیگر خرابی آلود

پس شاه علی ز ارض بغداد

تشریف بخاک ہند فرمود

یہ نشست در و بست در را

بر خود رة خلق کرد مسدود

تا آنکہ جہان فلانی را

آن واصل حق نمود پدروہ

گردند بہ نو عمارت اورا
 شد مرقدش مقام مسعود
 شد باز بہار او خزان را
 از گردش چرخ دست فرسود
 اکنون بعهد نصیر ملک نواب
 غرکا سن ہجری است معدود
 ۱۲۲۱

تعمیر سیوم محمدی شاہ
 بعین خلوص قاب بممود
 ہاتف گفتا کہ یا الہی
 ہمسایہ بود ز ظل ممدود
 ۱۲۲۱ھ

اس تاریخ کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ پہلے یہاں سنہ ۸۸۵ میں ایک مسجد بنی تھی (یہ عہد یوسف شاہ بادشاہ بنگال کا ہے) مگر بہت جلد یعنی سو برس ہی میں اسکی حالت خراب ہو گئی - جب شاہ عالی بغدادی رحمۃ اللہ تشریف لائے اور اس مسجد میں چلے میں بیٹھے اور اس طرح مسجد کے دروازے بند کر لئے کہ کوئی اندر نہیں جاسکتا تھا اور اس اعتکاف کے درمیان ہی میں وہیں انکا وصال ہو گیا تو مسجد ہی میں اونکو دفن کیا گیا مگر امتداد زمانہ سے جو مسجد اب مزار بن چکی تھی وہ بھی خراب ہو گئی، اوسکی بھی مرمت کر دی گئی - تیسرے بار مغ بازار کے شاہ محمدی نے (رحمۃ اللہ علیہ) سنہ ۱۲۲۱ھ میں از سر نو مرمت کرائی ۔

بنگل میں یہ عہد یعنی نوین اور دسویں صدی مبلغین اسلام کے ورود کا خاص سال ہے ۔ صرف شہر ڈھاکہ اور ضلع میں اسی عہد میں تشریف لائے والے مندرجہ حضرات کا نام ہم کو بھی معلوم ہے ۔ یعنی شہر میں حضرت شاہ جلال دکنی، سنار گاؤں میں حاجی بابا صالح اور حضرت شاہ لغمر علیہم الرحمة قریباً یہ حضرات ہم عہد ہیں ۔

مزار کے بچہم ایک دالانی مسجد نواب سر احسن اللہ مرحوم نے بنادی تھی اور اب ایک ہر آمدہ بھی بن گیا ہے، اس سے زائرین کو نماز کی سہولت ہو گئی ہے ۔ ایک چار دیواری کے اندر ایک دالان بھی مرحوم نے بنا دیا ہے کہ مستورات کو آرام ملے اور وہ پردہ کے ساتھ رہیں ۔

برسات کے دنوں میں مزار کے قریب پانی آ جاتا ہے اور ڈھاکہ کی مستورات بجز اور ڈینگیوں پر ڈھول منجیروں کی ساتھ زیارت کے نام سے سیر کرنے جاتی ہیں اور مرد بھی بچروں کو خوب سجا کر ناچ گانوں کے ساتھ زیارت کے بہانے دل کا ارمان نکالتے ہیں ۔ اس زمانے میں عجب طوفان بے تمیزی برپا رہتا ہے ۔ برسات میں یہاں کچھ دکانیں کھل جاتی ہیں اور زائرین چوڑا بناشہ اور نقشیں تھیلے بطور سوغات لاتے ہیں ۔ جازے میں لوگ پیدل یا گاڑی پر یہاں پہنچتے ہیں ۔ نوچندی کو اچھا خاصہ مجمع ہو جاتا ہے لوگ آتے ہیں یہیں پکاتے کھاتے ہیں ۔ یہاں مجاوروں کی ایک جماعت رہتی ہے جو دیوان کھلاتی ہے ۔ بلکہ سارے ضلع میں مزارات کے مجاوروں کو دیوان ہی کہا جاتا ہے ۔ اب وقف

کمشنر نے موقوفہ جالداد اور مزار کے نذرانوں کے انتظام کیلئے ایک کمیٹی بنادی ہے جسکے سکریٹری خان صاحب ڈاکٹر معزالدین خان صاحب ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح مسند خان کے وارث ہیں۔ مسند خان کے مکانات اور تالاب کے آثار درگاہ سے اتر آج بھی نظر آتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ مزار زائرین سے خالی ہو۔ شہر کے لوگ اس مزار کا بہت احترام کرتے ہیں اور عجیب عجیب عقیدہ رکھتے ہیں۔ مثلاً عورتوں کا خیال ہے کہ یہ مزار ہر سال کچھ اونچا ہوتا رہتا ہے اور جب یہ اونچائی گنبد تک پہنچتی تو قیامت آجائیگی مگر ان عقیدت مندوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ مزار کی اونچائی قیامت کی حد تک کبھی نہیں پہنچتی کیونکہ مجاورین غلاف جو چڑھائے جاتے ہیں آثار کو خود استعمال کرتے ہیں۔ غلاف پر غلاف چڑھتا رہتا تو شاید قیامت زیادہ دور نہیں رہتی۔ پچاس پچیس برس سے یہ روایت شہرت پا گئی ہے کہ حضرت شاہ علی بغدادی رحمۃ اللہ کے ایک بھائی شاہ حسین بھی تھے جنہوں نے اپنے وفات کے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ اونکی جنازے کی نماز ایک ایسا شخص پڑھائے جسکی آدھی حجامت بنی ہوگی اور وہ اچانک آجائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت صوفی سید محمد دائم صاحب اپنی خانقاہ میں حجامت بنوا رہے تھے اور آدھی حجامت ہو چکی تھی کہ اچانک آپ کھڑے ہو گئے اور چشم زدن میں طے الارض کر کے وہاں پہنچے جہاں شاہ سید حسین کا جنازہ رکھا ہوا تھا اور لوگ انتظام کر رہے تھے لوگوں نے دیکھا کہ آپ آدھی حجامت بنائے ہوئے

ہیں چنانچہ حسب وصیت آپہی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور پھر فوراً اپنے دائرۃ میں آنکر حجامت پوری بنوائی۔ یہ روایت از سرتا پا غلط اور جھوٹ کا پوت ہے۔ اگر شالہ علی بغدادی کا کوئی بھائی ہوتا تو شالہ محمدی جو اس مزار کے بڑے عقیدتمند تھے ضرور ذکر کرتے اور اگر حضرت شالہ علی سید ہوتے تو اوسکا بھی ذکر ضرور کرتے کہ آپ کو اہل بیت سے بڑی محبت تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت گڑھنے والے تاریخ سے نااہلہ بھی ہیں۔ سید حسین کے جنازہ کا ذکر تو کرتے ہیں مگر مزار کی جگہ نہیں بتلاتے اور ساتھ ہی یہ بھول ہوتے ہیں کہ حضرت شالہ علی کا سنہ ۹۸۵ھ میں وصال ہوا اور صوفی صاحب ممدوح کا سنہ ۱۲۱۴ھ ہجری میں اور یہ ان دونوں کے عہد میں بڑا فاصلہ ہے۔ حضرت شالہ علی کی کوئی اولاد یا کوئی بھائی ہوتا تو کتبۃ تاریخ میں ضرور اسکا ذکر ہوتا •

مستان شالہ رحمۃ اللہ علیہ

امریا تیزگاؤں تھانہ کے ماتحت بالونندی کے قریب ایک مشہور موضع ہے۔ جہاں مستان شالہ آسودہ ہیں۔ معلوم نہیں کہ وہ کہاں کے باشندے تھے اور اُنکا عہد کیا تھا۔ یزار ویتھورک بہ۔

کمیر شالہ علیہ الرحمة

بنگلہ زبان میں گھڑبال کو کمیر کہتے ہیں مگر دھاگہ کے اردو بولنے والے بھی کمیر ہی بولتے ہیں چونکہ اس مزار کے ساتھ ایک بڑا سا تالاب ہے جس میں کمیر بہت ہیں جو اکثر مزار کے ارد گرد بڑے نظر آتے ہیں اسلئے صاحب مزار ہی کو لرگ کمیر شالہ کہنے

لگے - اصل نام کوئی نہیں جانتا ہے - یہ مزار حضرت شاة علی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے پورب اتر ہے - میں نے لڑکپن میں ایک ٹوٹی ہوئی گنبدی مسجد بھی دیکھی تھی وہ بھی سنہ ۹۷ عیسوی کے زلزلہ میں منہدم ہو گئی ہے - مزار قدیم ایفٹ کی پختہ ہے - برسات میں لوگ زیادہ تر زیارت کیلئے جاتے ہیں - سامنے بستی وغیرہ بھی نہیں ہے - یقیناً یہاں مسجد پٹھان عہد میں بنی ہوگی اور یہ صاحب یا ہانسی مسجد ہوگئے یا دوسرے کوئی مبلغ ۔

حضرت شاة محمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاة نوری قدس سرہ کے اکلوتے صاحبزادے تھے - بہت کم سنی میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے - تعلیم و تربیت شاة قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ذمے رہی - آپ کا نام محمدی اسلئے رکھا گیا کہ حضرت شاة نوری کے دوست اور حضرت باگھو دیوان قدس سرہ کے بھانجے اور جانشین کا نام بھی محمدی تھا مگر شاة محمدی صاحب اپنے مریدوں کو جو شجرہ دیتے تھے اوسمیں ابو الوفا مہدی لکھتے تھے - شہر کے تمام روسا آپ کے طرف نہایت رجوع تھے جن میں حضرات شیعہ کی بڑی اکثریت تھی - یہ جو اس خاندان میں کچھ شیعہ مراسم جاری ہیں اسکی بنیاد آپ ہی کے عہد سے پڑی ہے - آپ کے اخلاف نے اس مسئلہ مسلمہ صوفیا پر غور نہیں فرمایا کہ مکاشفات صرف صاحب کشف کیلئے ایک حد تک حجت بن سکتے ہیں لیکن

دوسروں کیلئے اوسپر عمل کرنا جائز نہیں - پھر کشف اپنی جگہ کوئی بڑی چیز بھی نہیں اور صوفیوں نے بیان کر دیا ہے کہ کشف بہت وقت غلط بھی ہوا کرتا ہے کہ ہر کشف مبغی پر حقیقت نہیں - پھر کشف پر صاحب کشف اسی وقت عمل کر سکتا ہے جب کہ کشف ادلہ شرعیہ کے خلاف نہو - آپ کے وقت میں دنیاوی ترقی بھی خوب ہوئی لیکن آپ کے بعد ہی مغ بازار ویراں ہو گیا -

آپ کا مزار مغ بازار میں اپنے والد ماجد کے مزار کے اتر الگ معوطہ میں ہے - سرہانے یہ کتبہ لگا ہے :-

رحمت بروح پاک اوکہ مرقدش
پر نور باظہور فتوحات ایزدی ست
پر سند گرنعین سال وفات او
گو درگہ مقدس محمدی است
۱۲۵۱ھ ہجری

حضرت شالہ مسعود رحمۃ اللہ علیہ

منسوائل کے راستے پر دولائی ندی کے مغربی ساحل پر ایک بلند چبوترے پر آپکا مزار ہے - پہلے کچی سڑک مزار تک جاتی تھی اب پکی ہو گئی ہے لیکن رواج ہے کہ برسات میں کشتی کے ذریعہ لوگ جاتے ہیں اور دن بھر یہاں رہ کر پکاتے کھاتے ہیں - پہلے بھی یہاں ایک مسافر خانہ تھا اوسکے شکستہ ہو جانے کے بعد نواب سر احسن اللہ مرحوم نے دوسرا دالان بنوا دیا تھا مگر یہ بھی خرابہ بن گیا - پھر اونکی چھوٹی

صاحبزادی اختر بانو مرحومہ نے از سرفو بنوا دیا مگر چونکہ یہاں ہمیشہ خادم نہیں رہتا ہے اسلئے اسکی حالت پھر خراب ہونے لگی ہے ۔ مزار پر کچھ زمیں بھی وقف ہے جسکے متولی قاضی عبد الرؤف مرحوم تھے ۔ انکی قبر بھی چبوترے کے نیچے ہے اور بھی بہت سی قبریں ہیں ۔

یہ بڑی پرفضا جگہ ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ آپ بغداد سے آئے تھے ۔ فدیم لوگوں میں ہیں مگر تفصیلی حالات معلوم نہیں ۔ شہرت ہے کہ آپ شاہ علی بغدادی سے اقدم ہیں ۔ ہمیشہ سے لوگ احترام کرتے آئے ہیں ۔ مشرقی حصہ شہر کے لوگ بوسات میں ادھر زیارت کرتے بہت آتے ہیں خاصکر مستورات ۔ لوگ آپ کو قاضی مسعود بھی کہتے ہیں اور اسی وجہ سے اس جگہ کا نام قاضی باغ ہے ۔ مزار ویتبرک بہ •

مزار پیر جنگلی

کچھ لوگ پیر جنگلی بھی کہتے ہیں ۔ شہر سے اتر سجن پور (شاہجہاں پور) ایک بستی ہے جہاں پٹھانی عہد میں کھل گاؤں کی طرف بڑی آبادی تھی ۔ موجودہ مذبح کے اتر طرف کھیتوں کے درمیان ایک ٹیلہ پر دو پکی قبریں نظر آتی ہیں اب اسپر فواب زادی اختر بانو مرحومہ نے تین کا سائبان لگا دیا ہے اور ٹیلہ پر چڑھنے کیلئے زینہ بھی بنوا دیا ہے ۔ پہلے یہ دو قبریں کچی تھیں اسے انہوں ہی نے پکا کرایا ہے ۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ یہاں کسی پیر کا مزار وزار نہیں ہے ۔ یہ دونوں قبروں میں ایک قاسم علی نامی اسی زیارت گاہ کے خادم کی ہے اور دوسری اوسکے

بیٹے کی - تاریخ جو ہنگلہ سنہ ۱۲۲۰ کدہ ہے یہ بھی اٹکل بچو اور غلط ہے - کیونکہ مزار کو بنے ۲۵ برس سے زیادہ نہیں ہوئے - حقیقت یہ ہے کہ پہلے اس ٹیلے پر ایک دیوار تھی جسپر چراغان کیلئے کچھ طاق بنے ہوئے تھے اور اس نام کے کوئی پیر صاحب قدیم زمانے میں کبھی کبھی اسی ٹیلے پر آنکر بیٹھتے اور سامنے جو تالاب ہے اوسکی سیر دیکھتے تھے - اونکے بعد بطور آستانہ اس جگہ یہ دیوار بنائی گئی اور اسیپر نذر و نیاز جڑھنے لگا - پیر صاحب کی مسکن یہاں سے پورب کہیں تھا مگر آج اوسکا پتہ نہیں •

یہاں ایک صاحب منشی واحد علی نامی رہتے ہیں جنکی عمر اسوقت سو سے زیادہ ہے مگر ہوش حواس بالکل درست اور خوب چل پھر سکتے ہیں - اونہوں نے کہا کہ قاسم علی میرے سامنے مرا ہے، اوسے اور اوسکے بیٹے کو میرے ہی آدمیوں نے دفن کیا - یہ سارا بیان اونہیں سے سنکر لکھا گیا ہے - وہ خیال کرتے ہیں کہ یہاں سے دو میل اتر راستہ کے پورب جانب ایک ٹیلہ پر ایک کچی قبر ہے - لوگ بہت احترام کرتے ہیں لیکن نام کوئی نہیں جانتا - یہ معلوم ہے کہ ادھر ہی سے پیر صاحب آستانہ پر آتے تھے - قیاس کیا جاتا ہے کہ یہی اونکی قبر ہے - و اللہ اعلم بالصواب •

شاکہ صدیق رحمۃ اللہ علیہ

یہ پختہ مزار محلہ چیت پور واقع صدیق گنج عرف شادی گنج تھانہ نرائن گنج میں ہے - نرائن گنج سے اتر جانب ۴ میل دور بذریعہ کشتی لوگ جاتے ہیں - پیدل بھی پگڈنڈیوں

سے جا سکتے ہیں - یہ ایک مشہور گاؤں ہے اور یہاں کا ہات بہت مشہور ہے - شدی گنج ظاہر ہے کہ صدیق گنج کی خرابی ہے - سیدنا لکھا کے مغربی ساحل پر نہایت شاندار شاہی گھاٹ ہے اور گھاٹ کے ساتھ بسرج اور بارہ درئی ہے - میں نے ایسا عمدہ اور نفیس گھاٹ ہنگال بھر میں کہیں نہیں دیکھا ہے - یہ تمام عمارتوں بہت قدیم ہیں مگر کس نے بنائی اور کب بنی کسیکو معلوم نہیں - اس گاؤں میں اور بھی کئی پختہ قدیم ویران اور شکستہ عمارتیں دو منزلہ سے منزلہ نظر آتی ہیں - گھاٹ سے تقریباً دوسو قدم پر ہندو نکا محلہ چیتپور نامی ہے یہیں یہ پختہ مزار ہے - پہلے کوئی ساڈیاں نہیں تھا - اب ایک ہندو وکیل نے تین کا ساڈیاں بغوا دیا ہے - مسلمان اور ہندو سب احترام کرتے ہیں - قبر پر پچھم جانب ایک سنگی کتبہ نظر آیا - معلوم ہوا کہ پہلے یہ کتبہ قبر پر رکھا ہوا تھا اور قبر بہت شکستہ ہو گئی تھی - وکیل مذکور نے مرمت کرائی تو یہ کتبہ بھی لگا دیا لیکن استگار کے بد سلیقگی سے کتبہ کا کچھ حصہ زمیں کے اندر آ گیا ہے - بمشکل جہاں تک پڑھا گیا اس طرح ہے :-

”.....محمد رسول اللہ

.....کے کہ خاک درش نیست خاک ہر سر او

.....مسجد و محراب و ممبر ابو بکر و عمر عثمان و حیدر

.....داخل مسجد است اگر کسی دعویٰ کند باطل کرد...تسعماء“

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر جسمیں علاوہ تاریخ مسجد کے کسی زمین کے بارے میں بھی وقف یا وصیت کا اندراج ہوگا قطب صاحب کی مسجد کا ہے - قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار

صدیق گنج کے بالکل معاذی دریا کے پار قطب پور نامی گاؤں میں ہے ۔ یہاں ایک گنبد کے اندر آپ آسودہ ہیں ۔ قبر بہت اچھی حالت میں ہے اور زیارت کیلئے بہت لوگ آتے ہیں ۔ مجاورین جنہیں دیوان کہتے ہیں وہ بھی کئے گھر ہیں ۔ اسکے ساتھ ایک سہ گنبدی مسجد بھی ہے جس میں کذابہ تھا مگر مدت سے غائب ہے ۔ کذابہ کی جو جگہ خالی نظر آتی ہے اسے اور اس قبر کے کتبہ کو اگر زپ لیا جائے تو میرے گمان کی کچھ تصدیق ہو سکیگی ۔ صدیق گنج کی آبادی کے اتر ایک اور قدیم قبر ایک کہیت میں ہے ۔ لوگ اسکا بھی بہت احترام کرتے ہیں مگر کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا یہ کسی قبر ہے ۔ یہاں ایک پکی مسجد دیکھی جسپر سنہ ۱۲۳۲ھ کا کتبہ موجود ہے ۔

بہر حال یہ مزار قدیم مزار ہے اگرچہ میں تعین عہد نہیں کر سکتا مگر بستی کے بہت ویران دو منزلہ سہ منزلہ عمارتوں اور گھاٹ پر کی ایک منار نما برج سے پتہ لگتا ہے کہ یہ بستی بہت پرانی ہے ۔ اس بستی کی کچھ دیکھیں اب دریا کسی شکستہ عمارت کے آثار ہیں ۔ اس جگہ کا نام جاترا باڑی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی موجدی جو کی ہوگی ۔ پتھانوں کے مشہور طلوعہ ٹوک جانے کا راستہ بھی ادھر ہی سے ہے ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ سنار گاؤں کی حفاظت کیلئے ادھر کوئی فوجی چھاونی ہونگی ۔ واللہ اعلم بالصواب •

شیخ فتح اللہ مرحوم و مغفور

فتح اللہ نامی فصیح کے اتر سڑک کے کنارے ایک چار دیواری کے اندر کئی پکی قبریں ہیں ۔ ان میں درمیانی قبر بانی قصبہ

کی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ آپ جہانگیر کے عہد میں یہاں آئے اور اونہیں یہاں جاگیر ملی اور یہیں بس گئے لیکن کوئی سند یا فرمان باقی نہیں ہے جس سے تصدیق ہو سکے ۔ کہا جاتا ہے کہ تقسیم ورثہ کے ساتھ یہ امور چیزیں بھی ضائع ہو گئیں ۔ یہ قصبہ جس میں تہانہ بھی ہے نارائن گنج سب درپڑن میں ہے ۔ شاہی عہد میں یہ جگہ بہت اہم تھی کہ نارائن گنج جانے کا یا نارائن گنج سے دھاکہ آنے کا راستہ اسی قصبہ کے پیچھے فل کھالی سے تھا جو اب جازے کے دنوں میں بند ہو جاتی ہے ۔ یہاں بوڑھی گنگا کے دونوں ساحلوں پر دو قلعہ تھا ۔ دکھن ساحل پر جسے دھاپہ کہتے ہیں وہاں جو قلعہ تھا اسکی کچھ نشانیاں اب بھی آنکھ والوں کو نظر آتی ہیں مگر اتر ساحل پر جو قلعہ تھا اوسکا اب کوئی نشان باقی نہیں ہے ۔ یہ دونوں قلعے آمنے سامنے تھے ۔ ایک بوڑھی گنگا کی حفاظت کرتا تھا اور دوسرا فل کھالی کی دیوبانی کرنا تھا ۔ ایسی اہم جگہ میں کوئی قابل اعتماد شخص ہی رکھا جانا چاہئے تھا اسلئے میرا خیال ہے کہ شیخ فتم اللہ یا شاہ فتم اللہ کوئی فوجی منصب دار تھے ۔ یہ بتلانا دشوار ہے کہ آپ کس عہد میں تھے لیکن عہد افانڈہ میں یہ جگہ بہت اہم تھی اور عالم گیر کے عہد میں بھی اس جگہ کی اہمیت باقی تھی چنانچہ فل کھالی کے مشرقی جانب بھی میر جملہ نے ایک قلعہ بنایا تھا جو اب بھی موجود ہے ۔ اور یہی فل کھالی دھاکہ آنے کا سیدھا راستہ تھا ۔ یاد رکھئے کہ بوڑھی گنگا سیدھے دکھن طرف جا کر لپچھا موتی یعنی دھلسری میں گرتی تھی اور اوسکی دیوبانی کیلئے بھی میر جملہ نے دوسرا قلعہ

ادراک پور میں بنایا تھا جس میں اب منشی گنج کا S.D. O. رہتا ہے ۔
بہر حال فتح اللہ صاحب کوئی بڑے جاگیردار تھے مگر اب ایک
مختصر جائداد انکے نام لیووں کے پاس رہ گئی ہے ۔

روضۂ خان پور

یہ جگہ خان خاناں محمد سعید اردستانی یعنی معظم خان
میر جملہ کے طرف منسوب ہے ۔ اونہیں کے ساختہ قلعہ کے دہن
ایک دوسری فصیل کے اندر ایک بڑی سہ گنبدی مسجد اور
اوسے پورب گنبد کے اندر ایک قبر ہے ۔ یہ چار دیواری بالکل
مربع ہے کہ ہر ضلع ۲۴۰ فٹ کا ہے ۔ فصیل کی دیوار ۱۲ فٹ
اونچی ہے ۔ دور سے یہ بھی ایک قلعہ ہی نظر آتا ہے ۔ سوال
یہ ہے کہ گنبد کے اندر والی قبر کسکی ہے ؟ شائستہ خان کی جعلی
وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ یہ بی بی مریم نامی شائستہ خان
کی ایک بیٹی کی قبر ہے ۔ میں اس وصیت نامے کا حال اکہ
چکا ہوں کہ یہ بالکل غلط اور جعلی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ
نواب معظم خان خان خاناں یعنی میر جملہ نے آسام کے جنگ
سے بحالت مرض کشتی کے ذریعہ آتے ہوئے خضر پور
میں درم رمضان سنہ ۱۰۷۳ھ ہجری میں رحلت فرمائی ۔
خضر پور فرائن گنج ہی کا نام ہے ۔ اونکی نعش اسی
مسجد کے صحن میں امانت رکھی گئی اور اوسپر یہ گنبد
بنادیا گیا ۔ گویا یہ اصلاً میر جملہ کا مقبرہ ہے ۔ نصر آبادی
کے تذکرہ سے معلوم ہوا کہ اونکا قبوت اکھاڑ کر مشہد

مقدس پہونچا دیا گیا اور روضۂ حضرت امام رضا علیہ السلام کی جوار میں دفن کیا گیا اور حسب دستور قدیم اس گنبد کی قبر بھی بحالہ رکھ دی گئی ۔

اتر فصیل کے سامنے ایک دوسری قبر ہے یہ اس مسجد کے ایک خطیب کی قبر ہے ۔ لوگ اونہیں دودۂ شام کہتے تھے ۔ آدمی صاحب دل تھے ۔ اونہوں نے قیصر سو برس ہوئے رحلت کی ہے ۔ دودۂ شام سزار کاؤن کے خوندار زادے تھے ۔ تیسری قبر مزار کے پورب ہے، یہ درجن علی شام کی کہلاتی ہے، صحیح طرح معلوم نہیں یہ کون صاحب تھے ۔ نام سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نو مسلم ہوں لیکن یہ وہ صاحب تو نہیں ہیں جنہوں نے میرجملہ کی مہم آسام میں راہ نمائی کی تھی ۔ واللہ اعلم ۔

مقبرۂ حاجی گنج

قلعہ حاجی گنج کے اتر ایک مضبوط اور قدیم مسجد آباد ہے ۔ برآمدہ پیچھے بنا ہے مگر اسکو بھی سو سو برس ہو گئے ۔ مسجد یقیناً پٹھانوں کیوقت کی ہے ۔ یہاں قدیم الایام سے خونداروں کا ایک خاندان بسنا ہے اور وہی اس مسجد کی دیکھ بھال کرتا ہے ۔ اس مسجد کے پورب کئی پکی قبریں ہیں ۔ ادھر کے لوگ بہت احترام کرتے ہیں مگر کوئی نام تک نہیں جانتا ہے ۔ یہ قبریں بہت شکستہ ہو گئیں نہیں جسے از سونو 'سرس' نامی ایک ارمنی کرسچین نے بنوادی ہے ۔

مزار شامہ محمد صدیق فزید پوری مرحوم و مغفور

یہ مزار عملہ پارہ نرائن گنج ٹاؤن میں ایک دالان کے اندر ہے ۔ آپ فرید پور کے رہنے والے تھے ۔ ولادت ۱۲۰۸ سنہ ہنگامہ

کسلا نامی گاؤں میں ہوئی تھی - فارغ التحصیل مولوی تھے اور جناب شاہ احسن اللہ صاحب مصری کھولا کے خلیفہ تھے اور اونہیں کے طرح نزی عمر بھی پائی یعنی ۱۳۲ برس کی عمر میں وفات پائی - ۱۵ بہاگن سنہ ۱۳۳۸ بنگلہ وفات کی تاریخ ہے *

مولانا شاہ نجیب الدین چشتی مرحوم و مغفور

یہ مزار دولاکی گنج اسٹیشن سے پورب تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر بائیں جانب ہے - آپکا انتقال ابھی کوئی ۵ برس ہوئے ہوا ہے - آپ ضلع ٹیپڑہ کے رہنے والے تھے - بچپن ہی سے بہت سیک تھے - طالب علمی کا زمانہ ڈھاکہ میں گزرا - مدرسہ محسنیہ میں ہمیشہ اول آتے اور اولیت کا وظیفہ پاتے رہے - اونکی پابندی شریعت اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی مدرسہ میں ضرب المثل تھی - اوس زمانہ میں یہاں انہوں نے ایک گنبدوالی مسجد بھی بنوائی تھی - ایام طالب علمی ہی میں داعیہ حق پیدا ہوا - سلسلہ نظامیہ کے حلقہ بگوش ہوئے - دنیا سے تعلق کم رکھتے تھے - صاحب اولاد تھے - اطراف بمبئی اور پونہ میں اور ادھر اطراف ڈھاکہ میں لوگ اونکے بہت معتقد تھے - بمرض فالسج انتقال فرمایا - مجھپر بھی مہربان تھے - نعرش بمبئی سے یہاں لائی گئی - اپنی بنوائی ہوئی مسجد کے سامنے دفن ہوئے - اب مزار پر دوسرا گنبد بنوانے کی طیاری ہو رہی ہے *

شیعہ حضرات کی قبریں

عہد افغانہ میں جو واقعہً جہانگیر کے عہد میں ختم ہونا ہے یہاں اہل تشیع کی موجودگی کی اطلاع نہیں ملتی - جہانگیر کے زمانے سے شیعہ حضرات آنے لگے ان میں اہل ولایت زیادہ تھے، تجارت کے ذریعہ کچھ حضرات نے قدیم زمینداریاں خرید کر لی تھیں اور کچھ لوگوں کو شادی کے ذریعہ امارت ملی تھی - ان میں کچھ شاہی عہدہ دار بھی تھے مگر یہ آتے جاتے رہتے تھے - ان کے ساتھ ارمٰنی بھی آنے جاتے لگے اور وہ بھی اکثر تجارت کرتے تھے اور بعد میں زمینداریوں کے مالک بھی بن گئے تھے - اخیر عہد مغلیہ میں ڈھاکہ کے روساؤ کی بڑی تعداد (شہر میں) شیعہ تھی - ڈھاکہ کی معاشرت و تمدن دراصل آگرے کی معاشرت و تمدن ہے لیکن اس خاکہ پر اہل ایران کے تازہ تمدن نے بہت رنگ آمیزی کی - ان حضرات کے ذریعہ شیعہ مذہب ان کے وابستگان میں پھیلا اور ڈھاکہ کے اردو بولنے والے سنیوں کو بھی ان کے مذہب نے غیر محسوس طریقہ پر متاثر کیا - بہر حال اب اس شہر میں سنی خوش باشوں کی طرح شیعہ بھی زوال پزیر ہیں اور ساتھ ساتھ تمدن و معاشرت میں بھی انقلاب عظیم برپا ہے •

نواب سید حسین الدین خان اعلیٰ اللہ مقامہ

یہ ڈھاکہ میں نائب ناظم تھے - سراج الدولہ کی سازش سے صداقت محمد زمیندار بھائی کے ہاتھوں قلعہ قدیم کے اندر شہید ہوئے - یہ واقعہ سنہ ۱۱۹۸ھ کا ہے - نواب سید حسین الدین

بڑے نیک نفس حاکم تھے - وہ اپنے باغ 'باغ نواب حسین الدین خان' میں دفن ہوئے جو آج نواب باغ یا نواب باغیچہ کہلاتا ہے - یہاں جو بڑی مسجد ہے اس کے مقابل ایک سڑک دریا تک گئی ہے - اسی سڑک پر پچھم جانب ایک کوچہ میں نواب مرحوم اور ان کے خاندان کی قبریں ہیں - تقریباً ۴۰ برس ہوئے کسی تقریب سے یہ قبر کھل گئی تھی سیکڑوں لوگوں نے دیکھا کہ اس شہید کی نعش سالم ہے، حتیٰ کہ نعش کے نیچے جو سیٹل پائی بچھی تھی وہ تک سالم ہے، کفن تک میلا نہیں ہوا ہے - یہ دیکھ کر قبر فوراً بند کر دی گئی *

روضۂ نواب جسارت خان مرحوم

نواب جسارت خان قم (ایران) کے مجتہد زادے تھے - نواب حسین الدین خان کی شہادت کے بعد نائب ناظم مقرر ہو کر دھا کہ آئے - ۲۰ برس تک اس عہدہ پر قائم رہے پھر نواب میر محمد قاسم نے ان کو اپنی رفاقت میں بلوا لیا مگر جس وقت میر محمد قاسم آوارہ دشت غربت ہوئے تو انہوں نے رفاقت چھوڑ دی - انگریزوں نے انہیں دھا کہ میں پھر سابقہ عہدہ پر مقرر کر دیا - اسی عہد میں بنگالہ کی حکومت کمپنی کے ہاتھ آئی تو کمپنی نے پانچ ہزار روپہ ماہوار پر ان کو برائے نام اسی عہدہ پر قائم رکھا کہ لوگ تبدیل حکومت کا احساس نکر سکیں - انہوں نے بڑی عمر پائی اور سنہ ۱۷۸۹ع میں انتقال کیا -

بازار نواب گٹھ میں برسر راہ دکھن جانب اونچی زمین پر ایک دالہ نظر آتا ہے - اس میں ایک قبر ہے جس پر ہر وقت غلاف

اور شامیافہ اور شب کو روشنی کیلئے فانوس موجود رہتا ہے ۔
یہی نواب جسارت خان کی قبر ہے ۔ اس دالان سے باہر جو
ایک قبر ہے یہ مرحوم کے بڑے نواسے سید محمد خان المخاطب
بنواب حشمت جنگ کی قبر ہے جنہوں نے سنہ ۱۷۹۶ع یعنی
صرف سات برس مسند نشین رہ کر رحلت کی ۔ یہ قبر اب بے
نشان ہو رہی ہے ۔ آج سے تقریباً پچاس برس پہلے یہاں دھمال
فقرا رقص آتشیں سال میں ایک بار ضرور کیا کرتے تھے اب دھمال
فقیر نظر ہی نہیں آتے اور نہ رقص آتشیں کا رواج رہا ہے ۔

نواب سید حسین الدین خان کے دفن ہونے کے بعد یہ پورا باغ
قبرستان بن گیا تھا اور اکثر شیعہ عمائدین قدیم یہاں مدفون ہوتے رہے
اب یہ محلہ مسلمانوں سے پھر آباد ہو گیا ہے اور قبریں بے نشان
ہو گئی ہیں *

روضۂ نواب نصرت جنگ

یہ یک منزلہ مکان جس میں تین کمرے ہیں حسینی دالان
کے زینے کے پورب ہے ۔ ان کمروں میں نواب انتظام الدولہ
نصیر الملک سید علی خان نصرت جنگ المتوفی سنہ ۱۲۲۷ھ جو
نواب جسارت خان کے مجملے نواسہ تھے اور انکے چھوٹے بھائی نواب
شمس الدولہ امیر الملک سید احمد علی خان ذوالفقار
جنگ المتوفی سنہ ۱۲۴۹ھ اور انکے بیٹے نواب قمر الدولہ شمس
الملک سید جلال الدین خان منصور جنگ المتوفی سنہ ۱۲۵۹ھ
اور سید محمد علی فضل جو نواب جسارت خان کے داماد اور
اپنے زمانے میں بہت بڑے فضل تھے اور بعض بیگمات دفن ہیں *

ان سب فیرون پر سیالہ فیروپوش اور شامیانہ ہے اور قرآن خوان مقرر ہے جسکی تنخواہ حسینی دالان کے فذ سے دی جاتی ہے ۔

مقابر حسینی دالان

پچلے حسینی دالان کے متعلق چند سطرین ملاحظہ فرمائیے :-
 کہا جاتا ہے کہ ایک حسینیہ یا تعزیه خانہ عالمگیر کے عہد میں میر مراد نامی ایک شخص نے شہر میں بنوایا تھا جو یہاں امیر البحر تھا ۔ یہ صحیح ہو یا غلط مگر گمان ہوتا ہے کہ شاید کبھی کوئی چھوٹا سا تعزیه خانہ یہیں کہیں ہوگا جو امتداد زمانہ سے منہدم ہو گیا ہوگا ۔
 نواب نصرت جنگ نے نہایت خاموشی سے ایک عظیم الشان عمارت دو منزلہ بنوائی جسکا ایک حصہ (دکن) سنیوں کیلئے مخصوص کر دیا اور ایک کتبہ میر مراد کے نام سے لگو دیا ۔ اس عمارت کا بالائی منزل سنہ ۹۷ کے زلزلہ میں منہدم ہو گیا تھا جسے نواب سر احسن اللہ مرحوم نے ۹۹ ہزار روپیہ کے صرفے سے از سر نو بنوا دیا ہے ۔
 جو تاریخ پتھر پر کندہ شدہ نصب ہے اوسمیں سنہ تعمیر سنہ ۱۰۵۲ لکھا ہے مگر میں بوجوہات ذیل حسینی دالان کو اتنی قدیم عمارت نہیں مان سکتا :-

(۱) زلزلہ سے پہلے کی جو تعمیر اب بھی باقی ہے وہ تمام شہیر برگہ کی ہے ۔ اوس عہد یا اوسے سو برس بعد تک کی بھی ڈھاکہ میں کوئی عمارت شہیر برگہ کی نہیں ہے، یعنی سب لداو ہے ۔ اوسے عہد کی ایک بڑی عمارت بڑا کتھرہ ہے لیکن پوری عمارت میں کہیں لکڑی کا استعمال نہیں ہوا ہے ۔ شہیر برگہ کی عمارت اتنی قدیم نہیں ہو سکتی کہ یہ رواج ہی نہیں تھا ۔

(۲) جو پتھر کتبہ تاریخ کا نصب ہے یہ بھی جعلی ہے کہ اس زمانہ کے بہت بعد تک بھی کسی عمارت میں ایسا ذلیل پتھر استعمال نہیں ہوا ہے کہ یہ مرزا پوری معمولی بلوا پتھر ہے جو ڈھاکہ میں بطور سل آج بھی استعمال ہوتا ہے اور اوسپر جو تاریخ گذرہ اوسکے چوگرد حاشیہ جو ہے وہ نقاشی کے لحاظ سے نہایت ہی ادنیٰ درجے کا ہے اور پتھر بھی سائز میں نہایت مختصر ہے حالانکہ اوس عہد میں اتنا مختصر تکرار اتنی بڑی عمارت کیلئے استعمال کرنا مستبعد ہے - اس عہد کی جتنی عمارت ہے سب میں سیاہ پتھر کا کتبہ ہے حتیٰ کہ میو مراد کی قبر کا پتھر بھی سیاہ ہے -

(۳) برآمدے کی طرف جو پائے ہیں اوسے لوگوں نے زلزلہ کے پچلے بھی دیکھا ہے اور زلزلہ کے بعد ٹھیک اوس نمونے کے پائے بنے ہیں یہ رومن طرز تعمیر کے ہیں - عہد مغلیہ کی کسی عمارت میں کہیں بھی ایسے پائے نظر نہیں آتے - یہ توصاف مغربی طرز ہے اور عہد شاہجہانی یا عالم گیر میں یہ طرز یہاں پہونچی ہی نہیں تھی -

یہ جو عام شہرت ہے کہ یہ عالمگیر کے زمانہ کی عمارت ہے یہ بھی محض غلط ہے - کیونکہ عالم گیر سنہ ۱۶۸۸ھ ہجری میں تخت نشین ہوا ہے اور کتبہ کی نقل یہ ہے :-

در زمان بادشاہ با وقار
آن عظیم الشان شاہ نامدار
ساخت این مقام سرا سید مراد
در سن پنجاہ و دو ہریک ہزار

مقامی روایت سے بھی یہ ثابت ہے کہ یہ عمارت نواب نصرت جنگ نے بنوائی ہے - مگر چونکہ یہاں یا ان اطراف میں کسی زمانے میں میر مراد کی قبر موجود تھی اسلئے یہ عمارت بھی میر مراد کی طرف آسانی سے منسوب ہو گئی یا کردی گئی -

معلوم ہوتا ہے کہ اس جعلی عمارت کے بانی یا بانیوں کو بادشاہ عہد کے نام میں بھی شبہ تھا یا ارادہ دھوکا دینا چاہتے تھے - یاد رکھئے کہ یہ عہد شاہجہاں کا ہے اور ڈھاکہ میں سلطان محمد شجاع اپنے باپ کی طرف سے گورنر ہے - بڑا کٹھنہ کی عظیم الشان عمارت چوڑی ہڈی کی مسجد اور عیدگاہ یہ سب اسی عہد کی عمارتیں ہیں اب صاف معلوم ہو گیا ہو گا کہ حسینی دالان کی عمارت عہد کمپنی کی تعمیر ہے اور اسکا کوئی حصہ بھی عالم گیری عہد کا نہیں ہے -

میرے لڑکپن میں دالان کے نیچے اور میدان میں قبریں کم تھیں مگر فی ثروت اب حسینی دالان کے فذ میں مقررہ رقم داخل کر کے حضرات شیعہ یہیں دفن ہوئے ہیں - بہر حال اس عمارت کے میدان اور خود عمارت کی زیریں حصہ میں معتدد شیعہ حضرات آسودہ ہیں جن میں حضرات ذیل کی تاریخ وفات معلوم ہے -

سید محمد باقر طباطبائی صاحب دیوان فارسی المتوفی سنہ ۱۹۱۰ عیسوی - آقا محمد کاظم شیرازی المتوفی سنہ ۱۳۳۳ ہجری - میرے دوست مرزا محمد جواد شیرازی المتوفی سنہ ۱۳۳۰ ہجری - مرزا محمد صلیح شیرازی المتوفی

سنہ ۱۹۱۰ع - سید محمد علی طباطبائی المتوفی سنہ ۱۳۰۲ھ -
 اور یہ سب لوگ دالان کے نیچے مدفون ہیں -
 میرے مکرم مولوی میروزیر علی نامی تخلص المتوفی
 سنہ ۱۹۰۹ع - سید محمد علی عرف محمد و مرزا نامور داروغہ
 حسینی دالان المتوفی سنہ ۱۳۱۸ھ - میرے عزیز دوست سید
 احمد علی عرف گندہ صاحب المتوفی سنہ ۱۳۳۷ھ ہجری - سید
 عباس علی المتوفی ۱۳۴۶ھ ہجری - محبی مرزا گوہر علی
 گوہر المتوفی سنہ ۱۳۵۷ھ ہجری - یہ حضرات میدان میں اُسودہ
 ہیں -

یہاں ایک امر اور قابل اندراج ہے کہ میر مراد جنکے نام سے یہ
 حسینیہ نامزد ہے وہ بھی یہیں مدفون ہیں - کہا جاتا ہے کہ اولکی
 قبر موجودہ زینہ کے اندر آگئی ہے - حسب ذیل تاریخ دیوار پر
 لکھی گئی ہے :-

میر فیاض چو ز دنیا رفت
 گشت از رحمت الہی شاد
 بود از دل چو خدام حسنیں
 حق نعیمش جزاے احسان داد
 گفت تاریخ فوت او ہاتف
 با حسن باد حشر میر مراد
 ۱۱۳۱ھ ہجری

گویا حسینی دالان کی تعمیر کے بعد بھی میر مراد تقریباً
 ۸۰ برس زندہ رہے پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سنہ ۱۱۳۱ھ کے

بعد سے سنہ ۱۲۴۹ھ تک یہاں کوئی شیعہ دفن نہیں ہوا کہ اس درمیان کی کوئی قبر یہاں نہیں ہے - اگرچہ یہ خود معرض بحث میں ہے کہ یہ حسینہ میر مراد نے بغویا یا اور کسی نے -
نانہم و قندبر •

قبر چودھری سید عبد اللہ مرحوم

رمنہ کے جہیل کے کنارے ایک حظیرہ کے اندر یہ قبر ہے - یہ بھولدی الیہ کے مشہور زمیندار تھے اب تمام زمینداری نواب اسٹیٹ دھاکہ کے شامل ہو گئی ہے - دھاکہ میں شیعہ اور سنی بڑی محبت اور آشتی کے ساتھ ہمیشہ سے رہتے آئے تھے - چودھری صاحب نے یہاں مجلس تبرا مع شی زائد برپا کیا (میں پوری تفصیل جانتا ہوں مگر بیان کر کے دلوں کو خراب کرنا فساد سمجھتا ہوں ان اللہ لا یعذب المفسدین) اس سے یہاں پہلی مرتبہ بڑا فساد ہوا - الحمد للہ یہی پہلا اور یہی آخری فساد تھا - چودھری صاحب نے اپنے عمل سے جو خرابی پیدا کی تھی وہ انہیں پر ختم ہو گئی لیکن دلوں کی خرابیاں آج تک تھوڑی بہت باقی ہیں - اب مرحوم کے وارثوں میں از جنس ذکور کوئی باقی نہیں ہے •

ست روضہ

یہ محلہ صاحب مزار کے نام سے ست روضہ کہلاتا ہے - کہ آپ کا نام شاہ تھے؟ ایک لداو چہت کے نیچے آپ کا مزار ہے - یہ نواب نصرت جنگ کے عہد میں ایک مجذوب تھے -

اونکا مکان بھی یہیں تھا اونکی تصویر عالم مصور کے مرقع جلوس محرم میں شاہ محمدی صاحب کے ساتھ ننگ دھرننگ صرف لفگرتی باندھے نظر آتی ہے ۔ لوگ اونکو شاہ تھے کہتے تھے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اونکا نام مرتضے ہوگا ۔ کچھ لوگ شاہ تازا بھی بتلاتے ہیں ۔ شہر میں یہ روایت عام ہے کہ وہ صرف دو شخصوں کیلئے ایک کمبل لپیٹ لیتے تھے ایک مرغ بازار کے شاہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے اور دوسرے نواب نصرت جنگ کیلئے ۔ شاہ صاحب کہ خود بزرگ اور بزرگ زادے تھے اونکی تعظیم تو سمجھ میں آئی لیکن نواب نصرت جنگ کی تعظیم کیوں ؟ مگر مجذوبوں کی بات سمجھنے کے درپے ہونا حماقت ہے ۔ اونکے ہاتھ میں ایک لوہے کا کڑا رہتا تھا اب وہ کڑا اونکے مزار پر رکھا ہوا ہے ۔ اونکی اولاد اور سارا خاندان اب تک شیعہ ہی ہے ۔ اونکے بارے میں بھی یہ فیصلہ شدہ امر ہے کہ وہ شیعہ تھے ۔ واللہ اعلم •

مقبرہ آقا فضل علی مرحوم

بازار آقا فضل علی کے بانی کا ہزار حسینی دالان کے دکن دروازہ کے ساتھ تھا اب صرف ایک پکی قبر رہ گئی ہے جو اونکے لڑکے کی ہے ۔ یہ ڈھاکہ کے بڑے زمینداروں میں سے ہے •

مقبرہ مرزا کاظم علی خان مرحوم

مرزا کاظم علی خان ابن مرزا باقر علی خان بن نواب کاظم علی خان فوجدار ہوگلی ۔ بڑے نامی اور خاندانی رئیس تھے ۔

اب یہ گھر براے نام باقی رہ گیا ہے جنمیں مرزا اختر علی خان اور مرزا حسن قلی خان زندہ ہیں، خدا اونہیں سلامت رکھے - یہ مقبرہ پلٹو کی مسجد کے پورب تھاکہ میوزیم کے دکھن ایک مختصر چار دیواری کے اندر ہے - یہاں متعدد قبریں ہیں مگر یہ بتلانا دشوار ہے کہ کون قبر کسی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقبرہ سنہ ۱۲۴۹ھ کے بعد بنا ہے کہ احمدی بیگم مرحومہ کی قبر حسینی دالان میں ہے جو مرزا محمد خان خلف مرزا کاظم علی خان کی بیٹی تھیں •

مرقد مرزا علی نقی خان مرحوم

مرزا صاحب دہلوی الاصل تھے - یہاں شہر امینی کے عہدہ جلیلہ پر مامور تھے - نواب حسین الدین خان کے حادثہ قتل میں اونکا ذکر خیر تاریخ میں آتا ہے - اونکی ڈیوڑی آج بھی مشہور ہے مگر اونکی قبر آسمان تلے چمارو مرزا مرحوم کے مکان کے پورب ہے - اونکے ایک چھوٹے بھائی مرزا عسکر علی خان عسکر شاعر بھی تھے جو زیادہ تر مرشد آباد میں رہتے تھے - مرزا علی نقی خان کے خاندان میں ایک صاحب دو برس پہلے تک موجود تھے جو گازی چلاتے تھے - ناعتبرو یا اولی الابصار •

مزار آقا نواب مرحوم

محلہ دیوڑھی آقا نواب میں ایک احاطہ کے اندر تھاکہ کے مشہور رئیس آقا نواب کی قبر ہے - اونکے ساتھ دوسری قبر اونکی نواسی ظہور النساء خانم اور تیسری قبر میر غضنفر علی کی ہے - اور دوسرے قطار میں دو قبریں ہیں - ایک میر شجاعت علی موڑی والے کی

اور دوسری اونکی بیوی جمیل النساء خانم کی - قبرستان کے ایک حصہ میں کونلہ کی دکان ہے •

پنجتن کی درگاہ

چوک سرکلر روڈ اور جیل روڈ کے مقام اتصال پر پورب جانب ایک چبوترہ ہے جسمیں پہلے ایک دیوار بھی تھی جس میں بہت سے طاقچے بنے تھے - جمعرات کو اور خاص کر شب ہرات میں یہاں روشنی ہوتی تھی - اسکے پورب طرف ایک قبر کا نشان بھی تھا اب نہ دیوار رہی اور نہ قبر صرف وہ چبوترہ علی حالہ باقی ہے - میں نے اُن کیس میں دیکھا کہ شہر کے مہوسین وہاں جمع ہو کر تبادلۂ خیالات کرتے تھے •

قبور معاذی مولوی بازار

مولوی بازار کے اتر سڑک کنارے چند قبریں نظر آتی ہیں یہ حکیم میر قربان علی مرحوم کے خاندان کی ہیں - زیادہ حال معلوم نہیں ہو سکا •

روضۂ میان مندل

میان مندل خواجہ سرا کی قبر حسینی دالان کے فوہت خالہ کے پچھم جانب احاطہ سے باہر ایک کوٹھری میں ہے اصل قبر سردابہ میں ہے - میان مندل کے بارے میں اس قدر معلوم ہے کہ وہ کسی نائب ناظم کے حرم سرا کے ناظر تھے - واللہ اعلم •

قبرستان میرو نواب مرحوم

یہ قبرستان مسلم ہال کے پلے گراونڈ میں تکوفیہ تالاب کے اتر جانب ہے جہاں چند پکی قبریں ہیں - یہیں نواب نصرت جنگ کے عہد کے مشہور امیر کبیر میرو نواب اور ان کے لڑکے میرو شجاعت علی اور اس خاندان والوں کی قبریں ہیں - یونیورسٹی ہفتے سے پہلے ان قبروں کی بڑی بے حرمتی ہوئی تھی کہ غیر مسلم لڑکے قبروں پر بیٹھ کر کھیل دیکھتے یا ناش کھیلتے تھے - اس عہد میں یہ پلے گراونڈ دھا کہ کالج سے متعلق تھا جس کے پرنسپل علی گڑھ کے مشہور بدنام انگریز ارجبولڈ تھے - میں نے یہ حیثیت سکرٹری ڈسٹرکٹ مسلم اسوسی ایشن بطور احتجاج ان کو لکھا تو یہ تحریری جواب ملا کہ مسلمانوں کو کہئے وہ ان قبروں کو یہاں سے اور کہیں لے جائیں مگر یہ قبریں اپنی جگہ آج بھی موجود ہیں مگر ارجبولڈ شاید دنیا میں بھی نہیں ہیں •

سزارات میرو ہرائی جان و میرو امیر علی مرحوم

یہ بھی ایک قدیم خاندان تھا کہ آج بالکل گمنام ہو گیا - میرو امیر علی کا ایک لڑکا تھا میرو امیر حسن جو میرا بھی لڑکھن کا دوست تھا - یہ خاندان بڑے کٹھرے میں رہتا تھا - یونیورسٹی کے بلڈنگ کے پچھم اتر جانب دونوں باپ بیٹے سوتے ہیں - امیر علی شاعر بھی تھے اور نائب تحصیل کرتے تھے، ان کا ذکر رسالہ شعراے دھا کہ میں ہوا انشاء اللہ *

مزار میرو عیدہ مرحوم

اصل نام مرزا لطیف حسین ہے، میرو عیدہ عرف ہے۔ بڑے نامی زمیندار تھے۔ اونکی قبر یونیورسٹی کے پیچھے جگنناتھ ہال سے جو راستہ بخشی بازار کی طرف آتا ہے اوسکے بائیں جانب ہے۔ انکے ساتھ اونکی بیوی کی بھی قبر ہے جسکی صرف سرہانے اور پیتھانے کی نشانی رہ گئی ہے •

قبر میرو اشرف علی مرحوم

میرو اشرف علی قندھار یا ہرات کے رہنے والے تھے۔ بشغل تجارت یا ملازمت یہاں آئے اور یہیں متاھل ہوئے اور بس گئے۔ ڈھاکہ میں اپنے زمانے میں سب سے بڑے رئیس اور متمول تھے۔ اور سب سے پہلے اونہیں کے دو صاحبزادوں نے (سید علی مہدی اور سید علی حسین) خان بہادری کا خطاب پایا تھا کہ اونہوں نے پہلی جنگ برہما میں سرکار کی بہت مدد کی تھی۔ نواب شمس الدولہ نے اسی فساد پر اپنے غلام یا ملازم میاں نذکو کو سپریم کونسل میں لکھنؤ خان بہادری دلائی تھی۔ جب شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تکفہ اٹھا عشریہ تصنیف فرمایا اور یہاں وہ کتاب پہونچی تو ان میرو اشرف علی صاحب نے دس ہزار روپیہ تکفہ کے جواب لکھنے کیلئے عراق بھیجا تھا۔ انکے دونوں صاحبزادے کی زمانے میں زمینداری نیلام ہو گئی۔ ع حوش در خشامد ولے دولتہا مستعجل بود • اونہیں کے پر پوتے تھے خاتم شعراے فارسی سید محمود آزاد اور اردو کے مشہور ادیب نواب سید محمد صاحبان مگریہ حضرات سنی

ہو گئے تھے - میر اشرف علی مرحوم کی قبر ریلوے اسٹاف کواٹر روڈ میں بنگلہ نمبر ۱۷ کے احاطہ کے اندر اونچی قبر ہے - قبر تک پہنچنے کیلئے ایک گلی چھوڑ دی گئی ہے •

سید کی قبریں

بچھارام کی ڈیوڑھی سے جو سڑک بیگم بازار جاتی ہے اس کے مغربی کنارے مسلسل چار قبریں ہیں جو سید کی قبریں کہلاتی ہیں۔ لوگ بہت زیادہ احترام کرتے ہیں - دراصل یہ قبریں ہیں سید جان طباطبائی مرحوم کے سسرال والوں کی - اس کے بغل (اتر جانب) میں جو مسلمانوں کی چھوٹی سی بستی ہے یہاں مرزا زین الدین حسین کے آبا و اجداد مدفون ہیں - مرزا مذکور کا امام بارگاہ مشہور تھا وہ بھی کھد کر بے نشان ہو گیا - اب بھی کئی پکی قبریں نظر آتی ہیں - سڑک کے مشرقی جانب مرزا فتح علی، مرزا حیدر شلی اور مرزا مہدی کی قبریں ہیں شیرازی ہاؤس کے اتر پہ خراب و خستہ قبریں آج بھی موجود ہیں •

مرزا آقا مسیح مرحوم

یہ مزارات ایک مختصر احاطہ کے اندر ہے جو اب نابود ہو گیا ہے - اوس سڑک کے اتر کنارے جو بازار عبد الہادی سے نکلتی اسٹیشن کی طرف جاتی ہے - یہاں تین قبریں ہیں جن میں سے ایک آقا مسیح مرحوم کی اور باقی اونکی بیوی بچے کی ہیں - یہ ڈھاکہ کے شیعہ رئیس تھے مگر عہد معلوم نہیں - لوگوں کا خیال ہے کہ آقا مسیح اور آقا صادق بھائی تھے جنکا بازار آج بھی مشہور ہے اور اونکی قبر بھی یہیں ہے •

قبر جان مرزا مرحوم

محلہ ڈیڑھی آقا مسیح کی بڑی مسجد کے پشت پر ایک گنبد کی ایک چھوٹی سی ویران مسجد ہے - یہ مسجد ڈاکٹر صفدر مرزا کی بنوائی ہوئی ہے اس کے صحن میں صفدر مرزا اور جان مرزا اور مرزا فیروز علی فیروز وغیرہم مدفون ہیں - اس خاندان میں اب مرزا منظر علی منظر اور اونکے برادران ہیں - اللہ سلامت رکھے •

مزارات سید محمد رضا و سید احمد رضا مرحوم

حسینی دالان روق پر دکھن جانب ایک احاطہ میں حاجی سید احمد رضا مرحوم کا خاندانی قبرستان ہے - یہیں اونکے والد سید محمد رضا خان مرشد آبائی بھی مدفون ہیں - حاجی سید احمد رضا مرحوم میرے والد ماجد کے اچھے دوست اور بڑے معاملہ فہم بزرگ تھے - یہ خاندان میر جعفر کی اولاد میں سے ہے اور مرشد آباد سے یہاں آنکر بسا ہے - میرے محترم دوست سید باقر علی خان نجفی انہیں سید احمد رضا مرحوم کے خلف اکبر اور بہت باخبر شخص ہیں •

قبر در مسجد ثانت خانہ

یہ چلے ایک چھوٹی سی دالانی مسجد تھی اب محلہ والوں نے وسیع کر دیا ہے - اسکے اتر جانب متصل دیوار مسجد ایک قبر ہے جو مرزا نواب کی کہلاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ علی نقی خان کے رشتہ دار تھے - واللہ اعلم •

استدراک

[چند مزارات جنمیں کچھ میرے حائط سے اتر گئے تھے
اور کچھ ختم کتاب کے بعد معلوم ہوئے
درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں]



قبر نواب رشید خان مغفور

یہ قبر وارڈ نمبر ۷ میں فیل خانہ سابق کی گنبدی مسجد کے دکھن
ہے - قبرنگ آنا جانا اب دشوار ہے - نواب مرحوم عہد عالمگیری
کے منصب دار ہیں - وہ ریاست کے ساتھ صاحب دل بھی سمجھے
جاتے ہیں - اونکا باغ کٹونمنٹ کے دس نمبر بارک کے پچھم تھا
اب صرف ایک تالاب رکھیا ہے جسکی مٹی بہت سرخ ہے جو
شہر کے تمام دندخانوں میں بطور تبرک لائی جاتی تھی - اس
تالاب کے ایک ساحل پر ماح پھلوان کی قبر ہے جسکے بارے میں
مقامی روایت ہے کہ وہ ڈھاکہ میں فن کشتی کے بہت بڑے
استاد تھے •

فا معلوم الاسم قبرین

سترہ پور کے تھانہ کے متصل پچھم طرف ایک ہندو کا مکان
ہے اسکے آنگن میں ایک پکی قبر ہے - صاحب مکان جسے
ہمیشہ صاف ستھرا رکھتا ہے اور کوئی زیارت کو جانے چاہے تو
جانے بھی دیتا ہے - اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں - اسی

طرح لوہے کے پل کے پار بھٹی خانہ روڈ پر پچھم جانب اگ الگ مقام پر دو پکی فبریں ہیں - محلہ والے بہت احترام کرتے ہیں مگر نام کسیکو معلوم نہیں - اس طرح محلہ کولہوٹولہ جو والٹر روڈ پر ہے ایک پکا مزار ہے - جب مسلمان یہاں رہتے تھے تو صاف ستھرا بھی تھا ' آج کیا حال ہے معلوم نہیں •

قبر میر غلام مصطفیٰ مرحوم و مغفور

اصلاً وہ سنار گاؤں کے شرفاء کے نام و نشان میں سے تھے - عدالت میں وکالت کرتے تھے - دہری کے نامور منشی اور موسیقی سے بھی شغف رکھتے تھے - چار ابرو صاف سیاہ چارخانے کا پانچامہ اور لال چارخانے کا کرتہ ' ترکی توپی پہنتے تھے - کہیں باہر جانا ہوا تو اسی چارخانے کے کرتے پر جامدانی کی اچکن پہن لیتے تھے - بہت زبرد اور باخبر شخص تھے - ڈھاکہ میں وہ غالب کے شاگرد کہلاتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ غالب کے صرف پیرو تھے - مکتوبات کا مجموعہ ”گرد پاہنگ غالب“ انکے پوتے محبی سید طیفور صاحب کے پاس محفوظ ہے - میر صاحب مرحوم پھاگلپور کے شاہ نجیب اللہ صاحب قبلہ کے دست گرفتہ تھے - فارسی انہوں نے شاہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ میان صاحب سے پڑھی تھی - انکے نام پر بچھارام کی قبور بھی ہیں ایک کرچہ نامزد ہے -

اب انکے دو پوتے ایک مذکور الصدر اور دوسرے مولوی سید نور الحق صاحب باعزت و نام بسر کرتے ہیں - خدا سلامت

رکھے - اونکی قبر محلہ صدیق بازار میں ہے - قبر پر یہ تاریخ
نوشتہ فاضل جلیل فدا علی خان رامپوری مغفور کذبہ ہے :-

چون آن چشم و چراغ زہد و تقوی
ز سر تا پا مجسم چشمہ نور
سیادت را مشید زو مبنائی
کرامت بذاتش خانہ معمور
سرو و سالار سادات زمانہ
کز ایشان کردہ ایزد رجس را دور
بہنگام زوال مہر انور
شد از چشم جہان ناگاہ مستور
ہم از احفاد و امجدادش جوانے
بنام سید طیفور مشہور
نشانند این سنگ را جائے مزارش
مساعی جمیلش باد مشکور
چو درخواست از خدا سال وصالش
سر اندہ بریدہ گفت مغفور
۱۳۲۵ء - ۱۳۲۶ء

حلیم شالا مغفور

اسی شہر کے رہنے والے تھے - تہتیری بازار میں رہتے تھے
جہاں سے مسلمان اب نکال دیے گئے - شروع جوانی میں نرسنگ
شاہ مرحوم کے حلقہ بگوش ہوئے - اونہیں کے خلیفہ کہلاتے

تھے - بہت خاموش شخص تھے - ۷ ربیع الاول مطابق ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۴۴ع رحلت کی - ۶۰ سے زیادہ عمر تھی - اپنے مسکن (محلہ عبد الہادی لین) میں دفن ہوئے - مرنے سے ۲۰ منٹ پہلے مجھے بلوایا گیا تھا ایک خوراک دوا کھا کر اور سنت پوری کر کے جنت کو سدھارے - خوب لوگ تھے •

مقبورہ پاکھرتلی

مایین ہسپتال اور مڈیکل اسکول دریا کنارے ایک مسجد ہے جسکے صحن میں ۳ قبریں ہکی نظر آتی ہیں - حسب دستور اسے بھی نواب شائستہ خان کے رشتداروں کی قبر بتلائی جاتی ہے - (بیشک مسجد شائستہ خان کی بنوائی ہوئی ہے) - بہت پہلے اسکے کچھ اتر ایک گنبد میں لادلی بیگم دختر نواب مرحوم کی قبر تھی - یہ گنبد کھد گیا اور قبر بے نشان ہو گئی -

مزار در محلہ سقہ تولی

بمیر سرائہ پیپل تلے ایک پختہ مزار ہے - محلہ والے بہت عزت و احترام کرتے ہیں مگر نام کسیکو معلوم نہیں - محلہ کے بڑے بوڑھوں کا بیان ہے کہ اونکے باپ دادوں نے بھی یہ قبر ایسی ہی دیکھی ہے - یہ محلہ بہت پرانہ محلہ ہے کہ پٹھانوں کے عہد میں آباد ہوا ہے - اسکے ہم پہلو دوسرا محلہ فوجی پاڑہ ہے جو اب منشی پاڑہ کہلاتا ہے •

قبر یاسمانہ کویم شاہ

یہ غفر گاؤں ضلع میمنسنگہ کے رہنے والے تھے - آج سے تیس پینتیس سال پہلے ڈھاکہ آ گئے تھے اور محلہ املی گولہ میں رہتے

تھے - وہیں ایک بڑا مکان بنوا لیا تھا - وہ مرے تو اپنی وصیت کے مطابق اونکو نمک مین رکھ کر حالت جلوس مین گزر کر ایک گنبد بنا دیا گیا اور ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنادی گئی جو اذان اور نماز سے محروم ہے - اب اونکے داماد مولوی ارشاد اللہ صاحب سودا راسی اونکے جانشین ہیں -

کریم شاہ کی تعلیم و تربیت ایک ہندو سادھو سے ہوئی تھی اور اونکی زندگی بھر یہ اثر قائم رہا اور مرنے کے بعد بھی حسب وصیت خود وہ خلاف طریقہ اسلام دفن ہوئے -

إنا لله وانا اليه راجعون *

اللهم اغفر لجميع المؤمنين والمؤمنات الاحياء منهم
والاموات - برحمتك يا ارحم الراحمين *

آمین



